اس زندگی کا اصل لطف اس کی یاد میں ہے، اُس زندگی کا اصل مزہ اس کے دیدار میں ہے!

اللہ کی محبت

نماز کی خوبصورتی کو محسوس کریں

'Love of Allah' Series: Part 1

THE QUR'ĀN PROJECT

اس زندگی کا اصل لطف اس کی یاد میں ہے،

اُس زندگی کا اصل مزہ اس کے دیدار میں ہے!

اللہ کی محبت

نماز کی خوبصورتی کو محسوس کریں

مشاری الخراز

ترمیم

ا.ب.المحری

وہ دعائیں جن کی مدد سے اللہ کی محبت حاصل کی جاسکے

اللّٰھُمَّ اِنِّي اَسئلُكَ حُبَّكَ، وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ، وَ الْعَمَلَ الَّذي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ، اللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَأهْلِي، وَمِنَ الْمَاءِ البَارِدِ

''اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں، اور ان کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرتے ہیں اور ان اعمال سے محبت جن کے ذریعہ میں تیری محبت کے قریب ہو جاؤں۔ اے اللہ! اپنی محبت کو مجھے میرے نفس، میرے اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی سے عزیز بنادے۔'' (ترمذی:۳۴۹۰،حسن غریب)

اللّٰھُمَّ ارزُقْنِي حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يَّنْفَعُنِي حُبُّهُ عِنْدَكَ،أللّٰھُمَّ مَا رَزَقْتَنِي مِمَّا أُحِبُّ فَا جْعَلْهُ قُوَّةً لِي فِيمَا تُحِبُّ، اللّٰھُمَّ وَمَا زَوَيتَ عَنِّي مِمَّا أُحِبُّ فَاجْعَلْهُ فَرَاغاً لِي فِيمَا تُحِبُّ

''اے اللہ! مجھے اپنی محبت عطاء فرما اور ان کی محبت جو تیرے نزدیک میرے لئے نفع بخش ہو۔ اے اللہ! ہر وہ چیز جو تو نے مجھے عطاء کیا اس میں سے جنہیں میں چاہتا ہوں، تو اس میں مجھے قوت بخش جسے تو پسند کرے۔ اے اللہ! ہر وہ چیز جسے تو نے مجھ سے روک لیا اس میں سے جسے میں نے چاہا، تو میرے لئے خلاء پیدا کردے اس میں جس میں تو پسند کرے۔'' (ترمذی:۳۴۹۱)

اللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ الْأَشْيَاءِ اِلَيَّ وَاجْعَلْ خَوْفَكَ أَخْوَفَ الْأَشْيَاءِ اِلَيَّ وَاقْطَعْ عَنِّي حَاجَاتِ الدُّنْيَا بِالشَّوْقِ اِلَى لِقَائِكَ وَاِذَا أقْرَرْتَ أَعْيُنَ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ دُنْيَاهُ فَاقِرَّ عَيْنِي مِنْ عِبَادَتِكَ

''اے اللہ! اپنی محبت کو میرے لئے تمام چیزوں میں سب سے عزیز بنادے، اور اپنا خوف میرے لئے سب سے زیادہ خوفناک بنادے، اور مجھ میں سے دنیا کی محبت کو توڑ دے اور مجھے تیری ملاقات کا خواہش مند بنادے، اور جب تو لوگوں کی آنکھوں کو دنیا سے ٹھنڈک بخشے تب مجھے اپنی عبادت میں قرار عطاء فرما۔'' (ابونعیم،حلیۃ الاولیاء)

(یہ تینوں دعائیں ابن رجب حنبلی نے 'جامع العلوم والحکم' میں درج کیا ہے)

دیباچہ

یہ کتاب رمضان ۲۰۰۸ کے ای میل ''ٹیسٹ اِٹ!'' کا حصہ ہے جس میں مشاری الخرازی کے مشہور درس ''صلوٰۃ کی اصل لذت کو کیسے حاصل کریں'' کا خلاصہ ہے۔مندرجہ ذیل نسخے کو اس طرح سے تیار کیا گیا ہے کہ اسے مع عربی تحریر ایک کتاب کی شکل میں شائع کیا جاسکے۔

مصنف نے ہمارے حقیقی خالق کی پہچان کراتے ہوئے ان نقاط کو سامنے رکھا ہے کہ ''اس زندگی کی مٹھاس اسے یاد کرنے میں ہے'' اور اگلی زندگی (مرنے کے بعد کی زندگی) کی مٹھاس اسے دیکھنے میں ہے! تو آئندہ جب آپ نماز کے لئے جائیں تو اس لئے جائیں کیوں کہ آپ اس سے محبت کرتے ہیں، اس لئے جائیں کہ آپ اسے یاد کر رہے ہیں اور اس سے ملاقات کرنے کے خواہش مند ہیں۔دل میں اضطرابی کیفیت پیدا ہونی چاہیے۔تبھی آپ نماز سے اس کے لوازمات اور باطنی چین وسکون کو حاصل کر پائیں گے۔

ہمارے تمام قرآن پروجیکٹ پبلیکیشنس کی طرح اس کتاب کے بھی کوئی کاپی رائٹ (حق اشاعت) محفوظ نہیں۔اس اشاعت کے کسی بھی حصے کو کسی بھی زبان میں کسی بھی ذریعہ سے چاہے الیکٹرانک، مشینی، پھوٹو کاپی یا آڈیو کی شکل میں پھیلایا جاسکتا ہے اس بات کا خیال رکھتے ہوئے کے اصل مواد میں کسی بھی طرح کا ردو بدل یا کمی زیادتی نہ کی جائے۔برائے مہربانی ہمیں اس بابت اطلاع ضرور کردیں تا کہ ہم اسے اپنے رکارڈ میں محفوظ کرسکیں۔

آپ اس کتاب کی مفت پی.ڈی.ایف کاپی ہماری ویب سائٹ www.quranproject.org سے ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔

اللہ رب العزت ہمیں نماز کی تمام برکتوں کو حاصل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے اور ہمیں اپنے محبوب ترین بندوں میں سے کردے۔اے اللہ، ہمیں اپنی محبت کا حامل بنادے، ان کی محبت جن سے تو محبت کرتا ہے اور ان اعمال سے محبت جو ہمیں تیرے قریب کردیں۔ہمیں آگ سے بچالے، ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمیں اور ہمارے اہل وعیال کو جنت میں اپنے سب سے قریب کردے۔آمین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا کبھی آپ محسوس نہیں کرتے کہ نماز کے جو اثرات آپ کی زندگی پر ہونے چاہیے انہیں آپ حاصل نہیں کر پا رہے ہیں؟ کیا آپ کا ذہن اس بات کو قبول نہیں کرتا کہ ایسا شاید اس لئے ہے کہ جو اہمیت نماز کی ہونی چاہیے ہم اسے وہ اہمیت نہیں دے رہے؟ ایسا لگتا ہے کہ ہمیں معلوم نہیں یا پھر ہمیں ان باتوں لاعلم رکھا گیا جن سے جڑ کر ہم نماز کی برکات سے بہراور ہوسکیں۔

ذرا ہمارے اسلاف کی درجِ ذیل مثالوں پر غور کیجیے:

ا۔ایک مرتبہ ایک مسلمان رسول اللہ (ﷺ) کی قیادت میں جنگ کے لئے نکلے۔سفر کے دوران رسول اللہ (ﷺ) نے ایک انصاری اور ایک مہاجر صحابی کو پہرے پر مقرر فرمایا۔دونوں نے یہ طے کیا کہ ایک شخص آرام کرلے اور دوسرا پہرا دے پھر دوسرا آرام کرے اور پہلا پہرا دے، مہاجر صحابی آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے اور انصاری صحابی نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔کچھ دیر بعد ایک کافر نے موقع دیکھ کر ایک تیر انصاری صحابی کے سینے میں اتار دیا۔اس صحابی نے تیر کو نکال دیا اور اپنی نماز جاری رکھی۔کافر نے ان پر دوسرا تیر بھی چلا دیا۔اس بار بھی انہوں نے تیر کو نکال دیا اور اپنی نماز جاری رکھی۔اس کافر نے ان پر تیسری بار تیر چلایا لیکن اس بار وہ انصاری صحابی اسے برداشت نہیں کر سکے اور اپنے رکوع اور سجدے کے درمیان ہی زمین پر گر گئے ان کے جسم سے کافی خون بہہ رہا تھا۔جب تک مہاجر صحابی اپنے بھائی کی مدد کو پہنچتے وہ کافر وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا، انہوں نے کہا ''سبحان اللہ! تم نے مجھے پہلا تیر لگنے پر ہی کیوں نہ جگایا؟'' انصاری نے جواب دیا ''میں ایک بہت ہی دلنشین سورۃ کی تلاوت کر رہا تھا اور میں اسے درمیان میں چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔''

۲۔ ایک بار امام بخاریؒ کو تمبوڑی نے ۱۷ مرتبہ ڈسا جبکہ وہ نماز میں تھے۔جب وہ فارغ ہوئے تو انہیں کافی تکلیف محسوس ہوئی جس پر انہوں نے پوچھا کہ کیا کوئی جانتا ہے مجھے کس چیز نے تکلیف پہنچائی ہے۔

۳۔ ابن زبیرؓ اپنی نماز میں بے حس وحرکت مشغول تھے، جبکہ منجنیق سے ان پر پتھر پھینکا گیا اور بالکل ان کے قریب گرا۔

۴۔مروی ہے کہ جب بھی حضرت علیؓ وضو کرتے اور نماز کی تیاری کرتے تو اس خوف سے کہ انہیں اپنے رب کے حضور کھڑے ہونا ہے بالکل پیلے پڑ جاتے اور کانپنے لگتے۔

۵۔ ایک صحابی کو برید کاری کی ضرورت تھی تو انہوں نے التجا کی کہ ایسا تب کیا جائے جب وہ نماز میں مشغول ہوں۔

۶۔ ایک مرتبہ مسجد کی ایک پوری دیوار گر گئی اور اس میں ایک صحابی نماز پڑھ رہے تھے، حیرت تو یہ ہے کہ انہیں اس بات کا

احساس تک نہیں ہوا یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہو گئے۔

آخران بزرگوں کونماز میں اس درجے کاسکون اورمزہ کیسے حاصل ہوا؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم بھی اس درجے کوحاصل کرسکیں؟ ہم اپنی نمازوں میں وہ اثر کیسے پیدا کریں؟ ہم اسی کوسیکھنا چاہتے ہیں۔

احتساب ہی کنجی ہے:

خود میں کسی طرح کی تبدیلی کیے بغیر ہمیں اپنی نمازوں کا احتساب کرنا ضروری ہے۔

خود سے پوچھیں: میں عبادت کیوں کرتا ہوں؟ کیا صرف اس لئے کہ مجھے ایسا کرنا ہے؟ صرف اس لئے کہ یہ میرا روزمرہ کامعمول ہے؟ یا اس لئے کہ دوسرے افراد بھی ایسا کرتے ہیں تو میں بھی؟

وقت آگیا ہے تبدیلی کا۔ہمیں عبادت خالص محبت کے ساتھ کرنی ہوگی۔عبادت اس طرح کیجیے کہ محبوب کے ساتھ رہنے کا موقع مل رہا ہو جسے آپ سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔اس سکون اور آرام کو حاصل کرنے کے لئے عبادت کیجیے جوآپ کوتب حاصل ہوتی ہے جب آپ اس کے ساتھ ہوتے ہو جس سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔لہٰذا ہمیں اپنی عبادت پورے اخلاص ومحبت،توجہ اوراہتمام کے ساتھ کرنی ہوگی۔

۳وجوہات ایسی ہیں جن کی بناء پر ہی کوئی کسی سے محبت کرتا ہے:

۱۔اس لئے کہ وہ بہت حسین ہے

۲۔یا اس لئے کہ وہ تم سے ہمیشہ شفقت یا رحمت کا معاملہ کرتا ہے

۳۔یا کسی نے تم پر بہت سے احسان کیے ہوں

اب اللہ کے بارے میں سوچو۔وہ ہر کسی سے بلند وبالا ہے، ہے یا نہیں؟ کیا پھر وہ سب سے زیادہ ہماری محبت کا مستحق نہیں؟ اللہ سے سچی محبت ہی اصل میں حقیقی محبت ہے اوراسی سے سچے ایمان کی لذت حاصل ہوگی:

اب ذرا اللہ کی صفتِ جمیل کو دیکھیں، اپنے اطراف موجود خوبصورت تخلیق کو دیکھیے، چاہے وہ ظاہری ہو یا باطنی۔یہ سب تو صرف اس کی خوبصورتی اور جمال کی ایک جھلک ہے۔اگر ہر انسان کوحضرت یوسفؑ کی مانند خوبصورت بنا دیا جاتا اوراس خوبصورتی کونظر آنے والی ساری خوبصورتی سے ملا دیا جاتا جو ہمارے اطراف موجود ہے،تب بھی یہ ساری خوبصورتی اللہ کے جمال کے سامنے ایسی محسوس ہوتی جیسے سورج کی روشنی کے مقابل ایک ٹمٹماتی شمع کی لو! اللہ کا جمال بے مثال ہے، جسے اس کی عظمت دوبالا کر دیتی ہے! اور ذرا سوچیے،اس نے اپنے اس خوبصورت ترین اورجلیل القدر چہرے کوتمہارے لئے رکھا ہے جب تم نماز میں اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہو۔

اللہ کے جمال کو ہم اس دنیا میں اپنی ان فانی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے،اگر وہ اپنے جمال کو ہم پر ظاہر کر

دے تو جو کچھ بھی موجود ہے سب کچھ جل کر خاک ہو جائے! ذرا موسیٰؑ کے اس واقعے کو ذہن میں تازہ کر لیجیے جب انہوں نے اللہ سے اسے دیکھنے کی گزارش کی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ''تم مجھے نہیں دیکھ سکتے، لیکن اس چٹان کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہی تو تم مجھے دیکھ پاؤ گے۔''

اس پر اللہ نے اس چٹان پر اپنی تجلی فرمائی اور وہ چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی، موسیٰؑ گر پڑے اور بے ہوش ہوگئے (دیکھیے سورۃ الاعراف: ۱۴۳) یہ تو موسیٰؑ کا حال ہوا تھا جب انہوں نے صرف اس چٹان کو دیکھا تھا جس پر اللہ نے اپنی صرف تجلی فرمائی تھی، تو سوچیں اگر انہوں نے براہِ راست دیکھا ہوتا!

اللہ رب العزت کے لطف وکرم کا جہاں تک معاملہ ہے تو ذرا اپنی دونوں آنکھیں کچھ دیر کے لئے بند کر کے دیکھیے کہ صرف یہی ایک کتنی بڑی نعمت ہے۔ اگر ہم صرف اس کے ان نعمتوں کو گننا شروع کر دیں جو اس نے ہم پر فرمائی ہے تو ہم شاید گنتی بھی نہ کر پائیں۔ اور کئی مرتبہ تو ہم ناراض ہو جاتے ہیں جب ہمیں کسی نعمت سے محروم کر دیے جاتے ہیں۔ ہم اس وقت اپنی جلد بازفطرت کے باعث اس میں پوشیدہ مشیت کو نہیں سمجھ پاتے کہ شاید یہی ہمارے حق میں بہتر ہو؟ یہ تو ہمیں بعد میں پتہ چلتا ہے کہ اس میں کتنا خیر چھپا تھا۔ کیونکہ اللہ رب العزت سراپا خیر ورحمت ہے۔

اور ذرا سوچیں کہ جب ہم اس مالک سے بغاوت کرتے ہوئے گناہوں پر کمربستہ ہوتے ہیں، ہم اس کی دی گئی نعمتوں کا استعمال کرتے ہوئے گناہوں کو انجام دیتے ہیں! لیکن یہ اس کا لطف وکرم ہی ہے کا باوجود اس کے وہ ہمیں اپنی نعمتیں عطاء کرتا رہتا ہے اور ہماری حفاظت کرتا رہتا ہے جبکہ ہم گناہوں میں لت پت ہوتے ہیں! حقیقتاً آپ کو اس سے زیادہ مہربان کوئی نہیں، آپ کو اس سے زیادہ عطاء کرنے والا بھی کوئی نہیں ملے گا۔ اور آپ کو اس سے زیادہ آپ کی محبت کا حقدار بھی کوئی نہیں ملے گا۔

اسے یاد کیجیے: اس زندگی کا مزہ اسے یاد کرنے میں ہے، اس کے بعد کی زندگی کا مزہ اس کے دیدار میں ہے! اگلی بار جب آپ نماز کے لئے جائیں، تو اس لئے جائیں کیونکہ آپ اس سے محبت کرتے ہیں، اس لئے جائیں کیونکہ آپ کو اس کی یاد آرہی ہے اور آپ اس کے ساتھ وقت گزارنا چاہتے ہیں۔ آپ کے دل میں خوشی کی لہر دوڑے گی۔ تبھی آپ نماز کی لذت اور سکون کو حاصل کر پائیں گے جو کہ اصل مطلوب ہے۔

''اللہ اکبر'' کہنے پر

تو کیا ہوتا ہے جب کہا جاتا ہے ''اللہ اکبر''؟

لیکن اس سے پہلے کہ ہم اس کے بارے میں جانیں، کیا کبھی آپ نے سوچا کہ ہم اپنی نماز کی شروعات ''اللہ اکبر'' ہی سے کیوں کرتے ہیں؟ کیوں ہم ''سبحان اللہ'' نہیں کہتے؟ ''اللہ اکبر'' ایک ایسا جملہ ہے جس سے ہم اس

بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ ذات جس کے سامنے میں کھڑا ہونے جا رہا ہوں میرے نزدیک دنیا اور اس کی ہر چیز سے اعلیٰ و افضل ہے۔ وہ ہماری نوکری، ہمارے کاروبار، ہماری نیند، ہمارے مال، ہمارے خاندان، ہمارے بچے، ہماری ہر مشکلات و ضروریات سے بڑا ہے۔ اور ہم کیوں اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے ہیں؟ اس لئے کہ ہم ان تمام چیزوں کو پیچھے ڈال رہے ہیں۔ ہم اپنے ہاتھوں کو اس لئے بلند کرتے ہیں تا کہ اپنی مکمل خدسپردگی کو ظاہر کرسکیں۔

جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تب اللہ حکم دیتا ہے کہ ''میرے اور میرے بندے کے درمیان سے سارے حجاب ہٹا لو!'' جیسے ہی آپ ''اللہ اکبر'' کہتے ہیں آپ کا رب اپنے بابرکت و عظیم رحمتوں والے چہرے کو آپ کو سامنے کر دیتا ہے۔ اور وہ آپ سے اس وقت تک چہرہ نہیں پھیرتا جب تک کہ آپ خود نہ پھیر لیں۔ ایسا تب ہوتا ہے جب آپ کی نظریں اور دل دنیاوی معاملات کی جانب مائل ہو جاتے ہیں۔ اور جب آپ پلٹ جاتے ہیں تو وہ آپ کو آواز دیتا ہے: ''(تم پلٹ گئے) کیا ہے جو مجھ سے بہتر ہے؟'' اور حکم ہوتا ہے کہ حجاب کو دوبارہ ڈال دیا جائے۔

جب آپ ''اللہ اکبر'' کا اعلان کرتے ہیں تو تصور کریں کہ آپ کیمرے کے سامنے ہیں اور ''آن دی ایر (on the air)'' کا لال بٹن دبا ہوا ہے۔ آپ اس ذات کے سامنے کھڑے ہیں جو تمام کائنات پر قادر و مطلق ہے، جس کا ہر شئے پر اختیار ہے، ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اب آپ کی کیفیت کیا ہوگی؟ ذرا اپنے دل کی دھڑکنوں کو محسوس کریں!

''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے جیسے ہی ہم آگے پڑھتے جاتے ہیں ہمارے اعضاء سے سرکردہ گناہ اوپر اٹھنے لگتے ہیں یہاں تک کہ وہ ہمارے سر اور کاندھوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ پھر ہر رکوع اور سجدے کے ساتھ ہم ان گناہوں کو خود سے دور پھینکتے چلے جاتے ہیں۔ (یہ وجوہات ہمیں اپنے رب کے سامنے ان حالتوں میں دیر تک رہنے کے بہانے مہیا کرتے ہیں)

''اللہ اکبر'' کہتے ہی لمحہ بھر پہلے کے جائز امور اب ہمارے لئے منع ہو جاتے ہیں...جیسے کھانا، پینا، بات کرنا یا غیر ضروری حرکات وغیرہ۔ کیا ہو گیا؟ اب کیا الگ ہے؟ ویسے بھی یہ سارے عمل اس طرح کی مقدس ملاقات کو زیب نہیں دیتے۔ ایک غلام نے اپنے مالک کی صدا پر لبیک کہا ہے اور اب وہ اپنے آقا کے سامنے ادب سے ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔ اب آپ ایک عظیم درجے پر فائز ہو چکے ہیں۔ ذرا توجہ دیں۔ کیا اب بھی آپ بہک رہے ہیں؟ اسی لئے ہم

ان عظیم الفاظ کو دہراتے ہیں، ''اللہ اکبر'' اپنی ہر ہر حرکت پر۔ یہ ایک یاددہانی ہے، اور موقع ہے اپنی توجہ کو مرکوز کرنے کا۔

بادشاہ کا استقبال اور گھسیٹ کرنے والے کو نکال کر باہر کرنا

''اللہ اکبر'' کہہ کر آپ باضابطہ طور پر نماز میں داخل ہو گئے۔ آپ اپنی نگاہوں کو اپنے سجود کی جگہ مرکوز کر دیتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو دل کے قریب کر کے باندھ لیتے ہیں، کیوں؟ ذرا سوچیں کہ آپ ایک شاہی محل میں چل رہے ہیں اور آپ کا گزر کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوتا ہے جو آپ سے کچھ دور کھڑے ہیں۔ ان میں سے کچھ کی نگاہیں آپ پر جمی ہوئی ہے اور ہتھیار سلیقے سے بندھے ہوئے۔ اور کچھ لوگ اپنی نگاہوں کو جھکائے اور اپنے ہاتھوں کو باندھے کھڑے ہیں۔

ان کے اس انداز سے ہی آپ یہ سمجھ جائیں گے کہ کون شاہ ہیں اور کون نوکر، کیا ایسا نہیں ہے؟ تو کیا ہمیں یہ لائق نہیں کہ جب ہم اپنے حقیقی آقا کے سامنے کھڑے ہوں تو کس قدر عجز اور انکساری کے ساتھ کھڑے ہوں۔ اور جب ہمیں معلوم ہوگا کہ ہم کس کے سامنے کھڑے ہیں تو خود بخود ہم میں عاجزی پیدا ہو جائے گی۔

لیکن ہمیں یہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ اللہ کے حضور ہماری عاجزی حقیقتاً ہمارا اعزاز ہے کیوں کہ یہ عاجزی ہمیں دوسرے انسانوں کے سامنے عاجز ہونے سے نجات دلاتی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جس نے اللہ کے سامنے عاجزی اختیار کی اللہ اس کے درجے کو بلند فرمائے گا۔''

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اب سلیقہ یہ ہے کہ اپنے بادشاہ کو سلام پیش کیا جائے

''سُبحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمدِکَ وَ تَبَا رَکَ اسمُکَ وَتَعَالَی جَدُّکَ وَلَا اِلٰهَ غَیرُکَ''

''تیری ذات پاک ہے اے اللہ! اور تمام قسم کی حمد تیرے لئے ہے، تیرا نام بابرکت ہے، تیرا درجہ سب سے بلند و بالا ہے اور کوئی نہیں ہے عبادت کے لائق سوائے تیرے''

رسول اللہ ﷺ کے بتلائے گئے کئی حمد میں سے کسی کے بھی ذریعہ اللہ کو اپنا سلام پیش کر سکتے ہیں۔ ہر ایک بتائی ہوئی حمد ہم میں ایک نیا انداز بیدار کرتی ہے۔ ہماری ہر نماز میں مختلف حمد ہمیں ان بابرکت لمحات میں اپنی توجہ مرکوز کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

گھسپیٹھیے (شیطان) کو دور بھگانا

جب آپ اللہ رب العزت کے حضور کھڑے ہوتے ہیں تب ان بابرکت لمحات میں اور عظیم عمل میں سب سے زیادہ حاسد جو شئے ہوتی ہے وہ ہے شیطان۔ لہٰذا شیطان ہر ممکن کوشش میں لگ جاتا ہے کہ کسی طرح وہ آپ سے اپنے سب سے محبوب کی ملاقات کے لمحات کو آپ کے اجر و ثواب سے چرا لے! اسی لئے آپ کی مکمل نماز کا ۳/۱ یا ۵/۱ یا ۹/۱ یا ۱۰/۱ ہی قابل قبول ہوتا ہے کیونکہ یہ ایک سنگین حقیقت ہے کہ: آپ کی نماز کا وہی حصہ قابل قبول ہوتا ہے جسے آپ نے پوری یکسوئیت اور ہیبت و اخلاص کے ساتھ ادا کیا ہو (قیامت کے روز ایک شخص آئے گا جو اپنے ساتھ ۹۰ سالوں کی نماز لے کر آئے گا لیکن اسے حیرت ہوگی کہ اس کہ نامۂ اعمال میں صرف ۶ یا ۵ یا ۴ ہی سال لکھے ہوں گے)۔

یہ اس لئے ہوگا کی شیطان نے ہمیں بہکا دیا۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ ہر طرح کے نت نئے دنیاوی خیالات اور احساسات کس طرح دوران نماز آپ کے ذہن میں گھسے چلے آتے ہیں؟ وہ چیزیں جنہیں آپ عرصہ ہوا بھول چکے ہوں جھٹ سے آپ کے سامنے کھڑی نظر آتی ہے، یہاں تک کہ جائے نماز پر موجود خوبصورت نقاشی آپ کے سامنے ایک نئی کہانی پیش کرنے لگتی ہے، آپ کیا کرتے ہیں؟ اسے دماغ سے جھٹک کر دوبار توجہ مرکوز کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن یہ پھر لوٹ آتے ہیں۔ آپ پھر جدوجہد کرتے ہیں۔ وہ دوبارہ اس خیالی مکھی کی طرح لوٹ آتے ہیں جو آپ کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔

اس کا حل کیا ہے کیونکہ ہم بہت ہی کمزور ہیں؟ ہم اپنے محبوب کی پناہ مانگتے ہیں اس مردود سے جو اس کی مخلوق ہے۔ اس کے نام کے ساتھ جو برکت والا ہے، اس کے نام سے تمام پریشانیوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا ہم اپنی نماز میں آگے بڑھنے سے پہلے، اپنے قطعی یقین کے ساتھ یہ کہتے ہیں:

اعوذ با اللہ من الشیطان الرجیم

’’میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے۔‘‘

اسے کہتے ہی اس کی طاقت کو آپ محسوس کرتے ہیں!

نماز کی حقیقت اور اس کا دل

یہ ایک عام معمول تھا کہ جب نماز کا وقت قریب آتا تو رسول اللہ ﷺ حضرت بلالؓ سے فرماتے ’’اے بلال! ہمیں اس سے آرام دلاؤ‘‘۔ دوسرے الفاظ میں بلال، اذان دو تا کہ ہمارے بوجھ ہلکے ہوں اور ہمیں آرام اور سکون حاصل ہو۔ کیونکہ جب بھی آپ (ﷺ) کو کوئی مشکل معاملہ پیش آتا آپ ﷺ نماز کا رخ کرتے۔

آخر اللہ تعالیٰ ہی نے فرمایا ہے

''وَاسْتَعِينُواْ بِالصَّبْرِ وَالصَّلاَةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلاَّ عَلَى الْخَاشِعِينَ''

''اور (رنج وتکلیف میں) صبر اور نماز سے مدد لیا کرو اور بیشک نماز گراں ہے مگران لوگوں پر (گراں نہیں) جو عجز و انکساری کرنے والے ہیں'' (سورۃ البقرۃ:۴۵)

ہر شخص کا آرام اور چین وسکون حاصل کرنے کا اپنا طریقہ ہوتا ہے۔کچھ موسیقی کا سہارا لیتے ہیں، کچھ یوگا تو کچھ بدقسمتی سے نشے کو اپنا ذریعہ بناتے ہیں۔لیکن مومن بندہ سکون قلب کیلئے نماز کو ذریعہ بناتا ہے۔ہم ہر طرح کے سکون اور چین کو اپنے محبوب، اپنے رب سے حاصل کرتے ہیں۔

اب ہم خود کو شیطان سے محفوظ کرتے ہوئے اپنی نماز میں داخل ہوتے ہیں، جو کہ ان سب کا منبع ہے، الفاتحہ، قرآن مقدس کی عظیم ترین سورۃ، نماز کا وہ جز جس کے بغیر نماز مکمل ہی نہیں۔نماز کا وہ حصہ جس میں اللہ رب العزت ہر آیت پر آپ کو جواب دیتا ہے! آخر ہم نماز کے اس حصے سے کیسے غافل ہو سکتے ہیں؟

لیکن اس سے پہلے، اس بات کو ذہن نشین کر لیں، کہ آخر کس چیز نے یہاں کھڑا کیا ہوا ہے؟ ہاں بالکل! اپنے رب سے ہماری بے پناہ محبت اور اس سے ملاقات کی آرزو نے۔اور جب کوئی اپنے محبوب سے ملتا ہے تو سب سے پہلے کون سے الفاظ اس کی زبان پر رواں ہوتے ہیں؟ یہ اس کے محبوب کے نام کی میٹھی آواز ہوتی ہے! لیکن یہ کوئی عام سا اسم نہیں۔یہ وہ اسم ہے جو اپنے گرد ہر شئے کو بابرکت بنا دیتا ہے۔یہ جس پر بھی بولا جاتا ہے اس سے برائی اور دکھ وتکلیف کو رفع کر دیتا ہے۔اسی سے ہم شروع کرتے ہیں اور اسی پر ہم ختم کرتے ہیں، اور اسی سے ہمیں اس دنیا اور اسکے بعد کی دنیا کی ساری لذتیں حاصل ہوتی ہے... ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' (شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا) جیسے جیسے یہ کلمات آپ کی زبان پر رواں ہوتے ہیں دل میں مسرت کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے،

''هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ'' (سورۃ الحشر:۲۴)

''وہی اللہ (تمام مخلوقات کا) خالق، ایجاد واختراع کرنے والا، صورتیں بنانے والا، اس کے سب نام اچھے ہیں جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتی ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔''

اور جب آپ کسی سے محبت کرتے ہیں، آپ کو اس میں کتنی لذت ملتی ہے؟ اللہ کے سوا کوئی اس کا لائق نہیں۔بیشک پاک ہے اس کی ذات ہر عیب سے! ''الحمدللہ رب العالمین'' (ہر تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے) اس کی حمد بیان کر کے ہم اس کی ناقابلِ تردید ذاتِ باکمال کا اعتراف کرتے ہیں۔رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم سے فرمایا ہے کہ ''الحمدللہ'' میزان کو بھر دیتا ہے۔ تو چاہیے کہ اس کلمہ کو پڑھتے وقت ہمارا دل شکر سے بھر جائے، اس نے ہمیں کن کن نعمتوں سے نوازا ہے، اور اس بات کو ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھیں کہ جب بھی ہم اس دنیا میں کسی کا شکریہ ادا کرتے ہیں تو درحقیقت وہ اس ربِ ذوالجلال کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ آخر وہی تو ہر خیر کا منبع ہے؟ آیئے اسے اور گہرائی سے دیکھیں، کہ جب ہم کہتے ہیں ''الحمدللہ'' تو اس کا اس بات پر بھی شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اپنا شکر ادا کرنے کی صلاحیت بخشی۔ اور یہ صلاحیت بھی اسی کی عطاء کردہ ہے، تو حقیقتاً اللہ رب العزت ہمارے ذریعہ اپنی بڑائی و کبریائی کو قائم فرما رہا ہے۔ بڑی شان والا ہے میرا رب۔ ذرا اس پر اپنا انحصار اور اس کی ضرورت کا احساس کرو، تمھیں خود بخود اس کے ذکر اور اس کی بڑائی میں بے پناہ سکون نصیب ہوگا۔

ہماری طاقت سے پرے کا ایک سفر

''اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین''

ہر تعریف اللہ ہی کے لئے ہے تو تمام جہانوں کا رب ہے

تو الحمدللہ کے ذریعہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ باکمال کو تسلیم کیا اور ہر اس شئے کے لئے اس کا شکر بجالائے جو اس نے تخلیق کی۔ ہم میں سے کئی کو ای میل کے ذریعہ پاور پوائنٹ کی وہ سلائیڈ ضروری ملی ہوگی جس میں ایک چھوٹے سے پتے کے خلیات ۱۰ گنا بڑے کر کے دکھایا گیا ہے، یوں تو اس کائنات میں ہماری اس زمین کے سوا لاکھوں سیارے اور تارے اور نہ جانے کتنے کہکشاں اپنے خالق کی عظمت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ چلئے اس چھوٹے سے پتے کو چھوڑ دیجیے اب جب آپ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہیں تو ذرا اپنے ہی جسم کے اندر تک چلے جائیں اس کی اندرونی ساخت پر غور کریں، کیا کمال کا سسٹم ہے جو اس دنیا کی سب سے قیمتی شئے کو چلا رہا ہے (خون کا نظام، مدافعتی نظام، اعصابی نظام، ہارمون، دل کا ڈھڑکنا، فائرنگ نیوران، جلد کے خلیات، جگر کے خلیات، تلی، گردے وغیرہ)۔ اب ذرا اپنے ارد گرد نظر دوڑایئے، ہماری اس حیوانی اور نباتاتی دنیا کے عجائب، یہ سات سمندر، کیڑوں کی دنیا، یہ خوردبینی اجزاء وغیرہ۔ اس سے بھی آگے جو چیزیں تمھیں گھیرے ہوئے ہے، یہ سیارے ہمارا سورج ہمارا چاند اور ہمارا کہکشاں۔ اور آگے لامحدود ستارے، کہکشائیں، اور اس کا کیا جس دنیا کو آج تک ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی نہیں پائے؟ فرشتوں، جنوں اور ہماری پہنچ سے باہر کی دنیا۔

یہ اصل میں خاتمہ نہیں ہے بلکہ ہمارا محدود علم ہے، تو اب ذرا پیچھے پلٹنا شروع کریں، ان احساسات کے ساتھ جنہیں ابھی آپ نے محسوس کیا تھا، آجایئے وہاں جہاں آپ کھڑے تھے۔ کیا آپ اللہ کی اس کائنات میں ان تاروں، سیاروں اور کہکشاؤں کے مقابلے ایک نقطہ کی حیثیت بھی رکھتے ہیں؟ اس کائنات کے مقابلے میں آپ کی ہستی

تو قابل بیاں بھی نہیں ہے۔ یہ تو صرف ہماری اس دنیا کا ذکر ہے،قرآن کریم میں ایسی اور ٦ زمین و آسمان کا تذکرہ ہے، اوراللہ کی ذات ان سب پر قادر و نگہبان ہے۔ وہی اکیلا اور یکتا ان تمام کی تدبیریں کر رہا ہے۔

اب آپ کو کیسا محسوس ہو رہا ہے جب آپ اس کے سامنے کھڑے ہیں اس سے کلام کرتے ہوئے اس کی حمد بیان کرتے ہوئے؟ آپ کو کیسا محسوس ہو رہا ہے جب وہ آپ کی ہر آیت کا جواب دے رہا ہے؟ کیا اب بھی آپ میں اتنی جرات ہے کہ اس کے کوئی ایک حکم ماننے سے انکار کر دیں؟ کیا آپ دوبارہ اس عظیم الشان ہستی کے خلاف کسی گناہ کو کرنے کی ہمت کر پا رہے ہیں؟ اتنے عظیم الشان اور قدرتِ کاملہ کے مالک کے خلاف؟ اس کی اتنی بے پناہ محبت کا کیا؟ آ کر وہ ہم سے کتنی محبت کرتا ہے کہ اسنے ہمیں اپنے اس کائنات کے کاغذ پر ایک قابل ذکر درجہ عنایت کیا ہوا ہے اور وہ بھی صرف نماز کے اس خوبصورت اور پرسکون شرائط کے ساتھ۔

آخر اسی کی توفیق پر ہم نے اس صدا پر لبیک کہتے ہوئے اس کے حضور اپنے آپ کو کھڑا کر دیا۔ یہ ایک نا قابل فراموش اعزاز ہے ہمارے لئے! تو کیوں نہ ہم اس کے لئے اپنی بھر پور صلاحیت کو لگائیں؟ اور کیا ہم اتنے بڑے اعزاز سے پیٹھ موڑ کر اس سے محروم ہو سکتے ہیں؟

رسول اللہ (ﷺ) نے ہمارے آقا کی عظمت کو سمجھانے کے لئے ایک بہت ہی پیاری سی مثال بیان کی ہے، آپ (ﷺ) نے فرمایا: ''اللہ کی کرسی نے آسمانوں اور زمینوں کو گھیرا ہوا ہے، اللہ کی کرسی کے مقابلے میں ساتوں آسمان اس طرح ہیں ایک چھوٹی سی انگوٹھی کسی بڑے صحرا میں پڑی ہو، اور کرسی کی مثال عرش کے مقابلے بھی اسی طرح ہے!''

اگلی بار جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوں تو خود کو مندرجہ بالا مقام پر رکھ کر دیکھنا کہ تمہیں ''رب العالمین'' کے حقیقی معنی سمجھ میں آئیں گے۔

الفاتحہ میں پنہا مزید عجائب پر غور کریں

''الرَّحمٰنِ الرَّحِيم''

بڑا مہربان نہایت رحم والا

کیا کبھی آپ نے غور کیا یہ آیت ''مَالِكِ يَومِ الدِّين'' (قیامت کے دن کا مالک ہے) کے پہلے کیوں آئی۔ آیئے غور کریں۔ اگر آپ کسی جائے واردات پر موجود ہوں اور اس کی تفتیش جاری ہو، بجائے اس کے کہ آپ بے گناہ ہیں جج آپ سے سوال کرے۔

سوال کچھ ان دو طریقوں سے کیا جائے: وہ آپ پر تابڑتوڑ سوالوں کی بوچھاڑ شروع کردے (تم واردات کی جگہ کیوں موجود تھے؟ تم وہاں کیا کر رہے تھے؟ تم وہاں کس وقت پہنچے؟ تم نے کیا دیکھا؟ وغیرہ) جب آپ کے حواس ساتھ چھوڑنے لگیں اور سانسیں اکھڑنے لگے تب جج آپ سے کہے کہ ''ویسے تو ہم جانتے ہیں تم بے گناہ ہو، لیکن ہم زیادہ سے زیادہ معلومات جمع کرنا چاہتے ہیں''۔

یا وہ شروع ہی میں آپ سے کہہ دے ''ہم جانتے ہیں تم بے گناہ ہو، لیکن یہ بہتر ہوگا کہ تم ساری معلومات ہمیں خود ہی فراہم کردو''، اور پھر وہ اپنے سوالات پوچھنا شروع کردے۔ اس دوسری حالت میں آپ زیادہ مطمعن اور سکون محسوس کریں گے، کیوں؟ تو ''الرحمٰن الرحیم'' کا پہلے ذکر کرنا اور ''مالک یوم....'' کا بعد میں، کیوں؟ تو ہمیں اس بات سے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ اس فیصلے کے دن جو جج ہمارا فیصہ فرمائے گا وہ ''الرحمٰن الرحیم'' ہے۔ یہ دو نام ہمیں نماز میں ویسے ہی سکون و آرام دیتے ہیں جب ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ ایک خوفناک دن ہمیں اس کے حضور کھڑے ہونا ہے، فیصلے کے دن۔ (ہمیں چاہیے کہ ہم ہمیشہ اس کی رحمت کے حقدار بنے رہنے کی کوشش کریں۔)

''الرحمٰن الرحیم'' اس بات کا واضح اعلان ہے کہ اللہ کی بے پناہ رحمت ہر شئے پر غالب ہے (بلکہ اس کی رحمت اس کے غضب پر بھی غالب ہے)۔ اس کی رحمت کا سایہ ہر ایک پر یکساں فگن ہے، مومن ہو یا کافر، نیک ہو یا بد۔ وہ ہر کسی کو کھلاتا، پلاتا، پہناتا اور حفاظت کرتا ہے۔ وہ پکڑ کرنے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ معقول مہلت دیتا ہے کہ انسان اس کی طرف رجوع کر لے، ساری زندگی!

اللہ کی رحمت ہر معاملے میں شاملِ حال ہے پھر چاہے نعمت کا عطاء کرنا ہو یا اس کو ہم سے روک کے رکھنا ہو۔ اور جب ہم سے کوئی نعمت روک لی جاتی ہے تو اس میں بھی ہمیں اس کی طرف سے عطاء ہوتی ہے کیونکہ ہم اپنے محدود علم کی بناء پر یہ نہیں جانتے کہ اس کے پیچھے کیا حکمت ہے۔ حقیقتاً اس میں بھی رحمت چھپی ہوتی ہے!

''بھلا جس نے پیدا کیا وہ بے خبر ہے؟ وہ تو پوشیدہ باتوں کا جاننے والا اور (ہر چیز سے) آگاہ ہے۔'' (سورۃ الملک:١٤) اور اللہ رب العزت نے فرمایا ''(مسلمانو) تم پر (اللہ کے راستے میں) لڑنا فرض کر دیا گیا ہے وہ تمہیں ناگوار تو ہوگا مگر عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بُری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے لئے مضر ہو اور (ان باتوں کو) اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' (سورۃ البقرۃ:٢١٦)

جب ہم کہتے ہیں ''الرحمٰن''، تو یہ اللہ کی رحمت کا سب سے اونچا درجہ ہے، جیسا کہ عربی زبان میں وزن کے اعتبار سے ''غضبان'' اور ''غضیب'' (غصہ) یا ''جوعان'' اور ''جوعِ'' (بھوک)، ان میں جو پہلی قسم ہے وہ دوسرے کے مقابلے شدید غصہ یا بھوک کی خبر دیتا ہے۔ لہٰذا اللہ اپنی صفت کے اعتبار سے سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

دراصل ''الرحمٰن'' اللہ کے ناموں میں سب سے زیادہ وسیع مفہوم کا حامل ہے۔ ذرا یاد کریں کہ اس نے کس

نام سے خود کو عرش پر مستوی فرمایا ہے، ''جو رحمٰن ہے عرش پر قائم ہے۔'' (سورۃ طٰہٰ: ۵) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے اس وسیع المعنیٰ نام کو اپنی سب سے وسیع التخلیق ''عرش'' کے ساتھ منسلک کیا ہے۔

اور یہ نام صرف اور صرف اسی کے لئے خاص ہے۔ سوائے اللہ کے آپ کو کسی کا نام ''الرحمٰن'' نہیں ملے گا، بلکہ لوگ اپنے نام ''عبدالرحمٰن'' (رحمٰن کا بندہ) رکھتے ہیں۔ مزید آپ کو اللہ کے سوا کسی کا نام ''اللہ'' نہیں ملے گا۔ یہ دونوں نام اسی کے لئے خاص ہیں۔ اب دیکھتے ہیں ''الرحیم'' کے کیا معنیٰ ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ جو اپنی مخلوق پر رحم کرے۔ اور آپ دیکھیں گے کہ قرآن مجید میں اللہ نے اپنی اس صفت کا استعمال تب کیا ہے جب اپنی رحمت کو خاص مومنوں کے لئے بیان فرمایا ہے۔ اور جب ہمیں اللہ کے مزاج اور لوگوں کے مزاج کا صحیح علم ہو گا تب ہمیں دوسروں پر اللہ تعالیٰ کو فوقیت دینے میں کوئی جھجک محسوس نہ ہو گی۔ ہمارے لئے یہ علم کافی ہو گا کہ ہم پر اللہ کی رحمت، ہماری ماں کی رحمت سے ۷۰ درجہ زیادہ افضل و بالاء ہے۔ الحمدللہ اب ہم پر اس کی جاہ و جلال اور عظمت پوری طرح سے مائل ہو چکی ہے۔ اب آپ خود ''الرحمٰن الرحیم'' کی لذت کو دل کی گہرائیوں میں محسوس کر رہے ہیں۔

ایک ہلکہ سا جھٹکا

''مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْن''

''قیامت کے دن کا ملک''

اللہ تعالیٰ نے لفظ ''مالک ہی کیوں منتخب فرمایا؟ کیوں کہ قیامت کے دن ہر بااختیار مخلوق کے تمام اختیارات ختم کر دیے جائیں گے اور اختیارِ کل صرف ذاتِ باری تعالیٰ کے ہاتھ میں ہو گا۔ یہاں تک کہ کسی کو یہ اختیار تک نہ ہو گا کہ اپنی زبان کو جنبش تک دے سکے اور نہ ہی کوئی کسی کی سفارش ہی کر سکے گا سوائے اس کے جسے اللہ خود اجازت دے جیسا کہ آیت الکرسی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اس لفظ کو دو قرأتوں سے پڑھا جاتا ہے ''مَالِکِ'' (ملکیت) اور ''مَلِکِ'' (خود مختار بادشاہ)۔ یہ دونوں معنیٰ اس دن اللہ رب العزت کے اختیارِ کل کے مفہوم کو پوری طرح واضح کرتے ہیں۔

" يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُم بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيْدٌ''

جس دن تو اس کو دیکھے گا (اس دن یہ حال ہو گا کہ) ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی۔ اور تمام حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے۔ اور لوگ تجھ کو متوالے نظر آئیں گے مگر وہ متوالے نہیں ہوں گے بلکہ (عذاب دیکھ کر)

مدہوش ہو رہے ہوں گے۔ بے شک اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔ (سورۃ الحج ۱:۲)

’’يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ .وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ .وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ‘‘

اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا۔اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے۔اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔

(سورۃ عبس:۳۴ تا ۳۶)

اس دن آسمان ’’اس طرح لپیٹ لیں گے جیسے خطوں کا طومار لپیٹ لیتے ہیں‘‘ (سورۃ الانبیاء:۱۰۴) اس کے ’’دائیں ہاتھ میں‘‘ (سورۃ الزمر:۶۷) اور ’’جب صور پھونکا جائے گا تو جو ل آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے...‘‘ (سورۃ الزمر:۶۸) پھر کون بچے گا؟ کوئی نہیں۔اور ہمارا رب فرمائے گا ’’آج کس کی بادشاہت ہے؟‘‘ (سورۃ غافر:۱۶) کوئی جواب نہیں، ’’آج کس کی بادشاہت ہے؟‘‘ کوئی جواب نہیں ’’’آج کس کی بادشاہت ہے؟‘‘ مکمل خاموشی۔آخر اللہ تعالیٰ خود جواب دیں اور اعلان کریں گے، ’’اللہ کی جو اکیلا اور غالب ہے‘‘ (سورۃ غافر:۱۶)

پھر ’’دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو فوراً سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے‘‘ (سورۃ الزمر:۶۸) اور ’’زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی‘‘ (سورۃ الزمر:۶۹) ’’’اور تمہارا پروردگار جلوہ فرما ہوگا اور فرشتے قطار قطار آموجود ہوں گے‘‘ (سورۃ الفجر:۲۲) سورج سروں کے قریب کر دیا جائے گا، جب ایک دن ۵۰۰۰۰ سالوں کے برابر ہوگا، آخر ہم اس دن کی ہولناکیوں سے کیسے بچ پائیں گے؟ جواب آگے آرہا ہے۔

نجات کی کنجی

’’إِيَّاكَ نَعْبُدُ وإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ‘‘

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں

اگر ہم ’’مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ‘‘ پر ذرا غور کرتے ہیں، تو یہ آیت ہمارے باطن کو ہلا کر رکھ دے گی! اکثر لوگ جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو اس بات پر ذرا بھی غور نہیں کرتے کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں۔وہ الفاظ ان کے دلوں تک بھی نہیں پہنچتے، بلکہ یہ تو ایک رسمی قرأت ہوتی ہے جو انہوں نے زبانی یاد کیا ہوتا ہے۔’’بھلا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے (یا ان کے) دلوں پر تالے لگ گئے ہیں؟‘‘ (سورۃ محمد:۲۴) فرمایا گیا کہ جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں اور جن کے دل نماز میں عاجزی سے لگے ہوتے ہیں پانی کی ایک مچھلی کی مانند ہوتے ہیں، اور دوسرے...پنجرے میں قید پرندے کی مانند۔ تو آ کر ہم کیسے اس دن کی حولناکی سے بچ سکتے ہیں؟ جواب اگلی ہی آیت میں ہے۔جو کہ سورۃ الفاتحہ کا خلاصہ ہے...قرآن کی ایک عظیم سورۃ! اور الفاتحہ پورے قرآن کا خلاصہ ہے۔’’إِيَّاكَ نَعْبُدُ وإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ‘‘ ہر نبی نے اپنی

امت کونجات کی یہی کنجی دی ہے، ''کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، مجھے تمہاری نسبت عذاب الیم کا خوف ہے۔''
(سورۃ ھود:۲۶)

تو اب بتائیں کہ اس دنیا میں ہمارا اصل مقصد کیا ہونا چاہیے؟ کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور کچھ نہیں، اسی لئے ہماری تخلیق ہوئی ہے۔اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے ذرائع کیا ہیں؟ یہ اللہ کی مدد سے حاصل کیا جائے۔اور عبادت کا سب سے اہم جز کیا ہے؟ دل کا اخلاص! کہ جو کچھ بھی ہم کرتے ہیں یا کریں گے صرف اللہ کے لئے، کسی اور کے لئے نہیں۔اور اس کی رضا کے طالب رہیں۔ کیونکہ اس اخلاص کے بغیر آپ ایک ایسے مسافر کی مانند ہیں جس نے زادِراہ کے طور پر ریت باندھ رکھی ہو، جو کہ ایک بوجھ ہو صرف بوجھ اور کچھ نہیں۔اللہ ہی کو اپنا مرکز بناؤ نہ کہ لوگوں کو، کیونکہ جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں یا سوچتے ہیں بے معنی ہے نہ تو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان۔

تو جب بھی آپ سے پوچھا جائے کہ تم نے یہ عمل کیا اور کیوں کیا تو آپ کا بس ایک ہی جواب ہو، ''اللہ کے لئے!'' اور جب پوچھا جائے کہ ''واقعی! کیا کسی اور وجہ سے'' تو آپ کا ایک ہی مظبوط جواب ہو کہ ''اور کسی کے لئے نہیں۔'' ''کہہ دو کہ ہم تمہیں بتائیں جو عملوں کے لحاظ سے بڑے نقصان میں ہیں۔وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی۔اور وہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں۔''(سورۃ الکھف:۱۰۳)

اللہ کے لئے اخلاص آپ کی زندگی بدل دیگا۔اب وقت آچکا ہے کہ ہم اپنے ہر عمل کے لئے اپنی نیتوں کو خالص کرلیں۔وقت آ گیا ہے کہ ہم اسے اپنے بچوں کو سکھائیں تا کہ جب وہ کوئی نیا کام کریں تو اس لئے کہ ''اللہ اسے پسند کرتا ہے!''، ہر وہ چیز جسے وہ کرنے سے رک جائیں تو اس لئے کہ ''اللہ کو یہ ناپسند ہے!'' وہ یہ سیکھ لیں کہ ان کے لئے انعام کا عطاء کرنے والا صرف اللہ ہے نہ کہ دوسرے لوگ۔یہ سچ ہے کہ نیتوں میں مکمل اخلاص کا پیدا ہو جانا آسان نہیں، لیکن ناممکن بھی نہیں، کیوں کہ ہمیں وہ جادوئی کلمات پتہ ہیں جو اس کا سرچشمہ ہے،''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔''

اگر اللہ آپ کی مدد کرے تو کوئی ایسا کام نہیں جسے آپ انجام نہ دے سکیں،سب کچھ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ مانگو اور وہ عطاء کریگا۔کیا اس نے ہمیں نہیں کہا ہے کہ ''تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے جسے میں ہدایت دوں۔'' ''إِيَّاكَ نَعْبُدُ وإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ'' وہ آیت ہے کہ ہمارے اسلاف اس پر گھنٹوں روتے تھے۔ایک بار انہی میں سے ایک مکہ میں نماز ادا کر رہے تھے،ان کے دوست آگے بڑھے اور طواف کیا، جب وہ پلٹے تو دیکھا کہ وہ ابھی تک اسی آیت کو دہرا رہے ہیں اور رو رہے ہیں یہاں تک کہ سورج طلوع ہوگیا۔''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں''...آیئے ذرا رکیں اور اس پر غور کریں، تا کہ یہ نفاق کے وہ داغ دھوڈالے جو جانے انجانے ہمارے دلوں پر لگ چکے ہیں۔

ایک عظیم دعا جو کبھی آپ نے مانگی ہو

''اھدِنَـــا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ''

''ہمیں سیدھے راستے پر چلا''

اب ہم سب سے، عظیم، باحکمت اور جامع دعا پر پہنچ گئے ہیں جو کبھی ہم نے مانگی ہوگی۔ اگر اللہ نے ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے دی تو مانو اس نے ہمیں اس طرح عبادت کرنے کی توفیق عطاء فرما دی جیسا کہ اس کا حق ہے۔ (ذرا یاد کریں کہ ہم نے اس سے پہلے کی آیت میں کیا التجا کی تھی ''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں....اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں'')

ذرا سا تدبر اس بات کو واضح کر دیتا ہے کہ سورۃ فاتحہ ہمیں اللہ رب العزت سے اپنی ضرورتوں کو طلب کرنے کے آداب بہت ہی احسن طریقے سے سمجھاتی ہے۔ یہ ہمیں صحیح طریقے سے دعا مانگنا سکھاتی ہے تا کہ وہ ہماری سنے اور ہمیں عطاء کرے۔ جیسا کہ اس کی شان ہونی چاہیے ہم اپنے رب کی عظمت و کبریائی بیان کرتے ہیں، پھر ہم اپنی حاجت کو رکھتے ہیں۔ اب اللہ کی خوشنودی کو حاصل کرنے کے لئے جس راستے کی درکار ہے وہ ہے ''صراط-سیدھا راستا'' لیکن بغیر مدد کے اس راستے پر چلنا بہت مشکل ہے۔

اس راستے کی کچھ تفصیلات ہیں جنہیں جانتے ہیں اور کچھ کو ہم نہیں جانتے (کیا حلال ہے کیا حرام ہے اور کیا صحیح ہے کیا غلط ہے)۔ جن تفصیلات کو ہم جانتے ہیں وہ بہت تھوڑی ہے ان کے مقابلے جنہیں ہم نہیں جانتے۔

ان تفصیلات میں سے کچھ ایسی ہیں جنہیں ہم جسمانی طور سے ادا کر سکتے ہیں اور کچھ کو نہیں جیسے حج، روزے وغیرہ۔

ان میں سے کچھ ہم با خوشی کر لیتے ہیں لیکن کچھ کو پورا کرنا نفس پر گراں گزرتا ہے۔ جیسا کہ فجر کی نماز کے لئے اٹھنا وغیرہ۔

ساتھ ہی ان اعمال کو کرنے میں جس اخلاص کی ضرورت ہوتی ہے کبھی تو وہ اخلاص شباب پر ہوتا ہے اور کبھی بالکل نہیں، کبھی تو انہیں عین سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق ادا کیا جاتا ہے اور کبھی اس میں بھی کوتاہی ہوتی ہے۔

اور اگر ہم مندرجہ بالاء تمام لوازمات کو پورا بھی کر دے، یعنی علم، اخلاص، سنتِ نبوی ﷺ کا اہتمام وغیرہ تب بھی ایک چیز کی کمی رہ جاتی ہے، استقامت۔ تا کہ ہر بار اسے ویسے ہی ادا کیا جا سکے۔ اب آپ کے سمجھ میں آیا کہ ہم کیوں سیدھے راستے پر چلنے کے لئے اللہ کی ہدایت کے محتاج ہیں؟

آپ نے دیکھا کہ ہم بغیر اللہ کی مدد کے اسے نہیں کر سکتے؟ اور کیا آپ نے جانا کہ یہ دعا کتنی جامع ہے؟

آپ تو جانتے ہی ہیں کہ ''صراط'' دو ہیں ایک اس زندگی میں جس کا ذکر ابھی ہم کر آئے اور دوسرا آخرت کی زندگی میں جس کی دھار تلوار سے بھی زیادہ تیز ہے! جو کہ جہنم کے آگ کے اوپر سے گزرتا ہے، اور ہم میں سے ہر کسی کو جنت میں جانے کے لئے اسی سے ہو کر گزرنا ہے۔

''وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْماً مَّقْضِيّاً ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيّاً''
''اور تم میں کوئی (شخص) نہیں مگر اسے اس پر گزرنا ہوگا۔ یہ تمہارے پروردگار پر لازم اور مقرر ہے۔ پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل پڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔'' (سورۃ مریم ۱۹:۷۱-۷۲)

اگر ہم اس دنیا کے ''صراط'' پر مستحکم ہو کر اور استقامت کے ساتھ چل گئے، تو ہم آخرت کے اس ''صراط'' سے بھی با آسانی گزر جائیں گے۔ یعنی دوسرے پر استحکام کا براہِ راست تعلق ہمارے اس دنیا میں ایمان، اخلاص و عمل پر ہے۔ ہمارا ایمان اور ہمارے نیک اعمال آخرت کے دن کے گھپ اندھیرے میں ہمارے لئے اس پل پر روشنی کا کام دیں گے۔

''جس دن تم مومن مردوں کو اور مومن عورتوں کو دیکھو گے (کہ) ان کے ایمان کا نور ان کے آگے اور داہنی طرف چل رہا ہے...'' (سورۃ الحدید:۱۲) تو اس کے مطابق کچھ تو اس پر سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے! کچھ چمکتے ہوئے تارے کی طرح، کچھ ہوا کی طرح، کچھ تیز رفتار گھوڑے کی مانند اور کچھ دوڑتے ہوئے، جب کہ کچھ اپنے ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے، اور باقی.... جہنم کی آگ میں گر جائیں... یہاں رسول اللہ ﷺ بارگاہ میں کھڑے درخواست کریں گے ''میرے رب، انہیں بخش دے، میرے اللہ انہیں چھوڑ دے''۔ اس زندگی کا صراط ہمیں اللہ تک پہنچائے گا جبکہ اس زندگی کا صراط ہمیں جنت تک پہچائے گا۔ کیا اب آپ کو یہ احساس ہوا کہ یہ دعا کتنی اہمیت کی حامل ہے؟ ''اهدِنَــا الصِّرَاطَ المُستَقِيمَ'' ہمارا پورا وجود اس پر منحصر ہے۔ مندرجہ بالا باتوں کو جان لینے کے بعد جب آپ ''آمین'' کہیں گے تو یہ آواز ضرور دل سے نکلے گی، کیوں ہے نہ؟ حقیقت تو یہ ہے کہ ہر دعا کی قبولیت کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ یکسوئی کے ساتھ دل سے نکلے۔ اللہ اس دعا کو نہیں سنتا جو بے رغبت دل سے نکلے۔

الفاتحہ کا اختتام

''صِرَاطَ الَّذِينَ أَنعَمتَ عَلَيهِمْ غَيرِ المَغضُوبِ عَلَيهِمْ وَلاَ الضَّالِّينَ''
''ان لوگوں کے رستے پر جن پر تو اپنا فضل و کرم کرتا رہا نہ ان کے جن پر غصے ہوتا رہا اور نہ گمراہوں کے۔''

سورۃ الفاتحہ کے الوداع کے طور پر اس کی آخری آیتوں پر اختتام کرتے ہیں۔ ہم صراط کے بعد میں گفتگو کر چکے ہیں کہ کس طرح اس پر استقامت حاصل کرنے کے لئے اللہ کی رحمت اور اس کی ہدایت ہمیں درکار ہے تا کہ ہم اس

دنیا اور آخرت کی دنیا دونوں ہی میں فلاح پا سکیں۔اور چونکہ اچھی صحبت ہی اس بات کی ضامن ہوتی ہے کہ ہم اپنے اخلاق، عادات اور سب سے اہم ایمان پر جمے رہ سکیں، اس لئے اللہ سے یہ دعا کی جاتی ہے کہ وہ ہمیں اس راستے کی ہدایت فرمائے''جن پر تو اپنا فضل وکرم کرتا رہا''

یہ ہم سے پہلے گزر چکے تمام نیک مردوں اور اورعورتوں کی یاد لاتا ہے، ان میں انبیاء ہیں، صالحین ہیں، صحابہ ہیں اور سب سے اہم اور پہلے ہمارے پیارے نبی (ﷺ)۔ ان نیک نفوس کی کاوشیں ہمارے لئے باعث تسلی ثابت ہوتی ہے۔ یہ ہماری آزمائشوں کو قابلِ برداشت بنا دیتی ہے،اور ہمیں اس بات سے ہی قوت وتازگی ملتی رہتی ہے کہ انشاءاللہ آخرت میں ہمارا ساتھ ان نیک نفوس کے ساتھ ہوگا۔''غَيۡرِ المَغضُوبِ عَلَيۡهِمۡ '' (جن پر غصے ہوتا رہا)۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حق سے بخوبی واقف ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا، پھر بھی حق کو قبول کرنے اور اسے برتنے سے گریز کرتے ہیں۔یعنی انہیں علم ہے لیکن دل سے قبول نہیں کرتے۔

مثلاً: وہ لوگ جو یہ جانتے ہیں کہ نماز فرض ہے لیکن اسے ادا نہیں کرتے۔''وَلَا الضَّالِّيۡنَ '' (نہ گمراہوں کے) یہ وہ لوگ ہیں جنہیں حق کا پورا علم تو نہیں پر اسے جاننا بھی نہیں چاہتے ،تو یہ لوگ غلط راستے ہی کے مطابق چلتے جاتے ہیں۔

مثلاً: وہ لوگ جو نماز تو پڑھتے ہیں لیکن بے رغبتی سے۔کیا آپ نے اس بات پر غور کیا کہ لفظ رحمت و برکت اللہ رب العزت کے ساتھ مخصوص ہے،(''أَنۡعَمۡتَ'' - تو اپنا فضل وکرم کرتا رہا) جبکہ لفظ''غضب''صرف اللہ رب العزت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ایسا اس لئے ہے کہ جب بات فضل ورحمت کی آتی ہے تو اس کا عطاء کرنے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے!لیکن جب گناہ سرزد ہوتا ہے تو یہ نہ صرف اللہ کے بلکہ دوسرے مخلوق کے بھی غضب کا بھاگی بنتا ہے-فرشتے ،انبیاء اور صالحین وغیرہ۔آخر میں ہے''آمین''۔جس کے معنیٰ ہیں''میرے اللہ عطاء فرما میری دعا کو قبول فرما''۔آمین،کے ذریعہ ہم اس سے التجا کرتے ہیں جس کے ہاتھ میں ہماری ہدایت ورہنمائی اور نجات موقوف ہے۔

تو اپنے دل کی گہرائیوں سے اللہ کے سامنے التجا کرو اس شخص کی طرح جسے سزائے موت دی جائے اور وہ مقتول کے اہل سے معافی کی التجا کر رہا ہو۔آپ کی آواز میں اس درجے کا جنون اور جزبہ ہونا چاہیے،اور آپ کا دل معافی کے لئے بھیک مانگ رہا ہو۔دل کی گہرائیوں سے آمین کہنے کی ایک اور مضبوط وجہ ہے،رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تمہاری''آمین''فرشتوں کی''آمین''سے مل جائے گی تو اللہ تمہارے تمام پچھلے گناہ معاف فرما دے گا۔

ذرا اسے سنئے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے صلوٰۃ (سورۃ الفاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان

تقسیم کر دیا ہے، اور میرے بندے کے لئے ہر وہ چیز ہے جس کا وہ سوال کرے۔......''

آئندہ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہیں اور سورۃ الفاتحہ پڑھیں، تو ہر آیت کے بعد وقفہ دیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے، کیونکہ وہ باعظمت ذات آپ کے سامنے اپنے مبارک چہرے کے ساتھ موجود ہوگی اور آپ کی ہر آیت کا جواب دے رہی ہوگی...بس اسے محسوس کریں۔ کتنے فخر کی بات ہے اس ذات کا ایک ادنیٰ سا غلام بننے میں۔

دل سے قرأت کریں

اب ہم الفاتحہ کو مکمل کر کے قرآن مجید کی تلاوت شروع کر رہے ہیں۔ کیا کبھی آپ نے غور کیا کہ نماز میں ہم قرآن مجید کی تلاوت حالتِ قیام میں ہی کیوں کرتے ہیں؟ ہم سورۃ الفاتحہ یا قرآن کی تلاوت نماز کی دوسری حالتوں میں کیوں نہیں کرتے، نہ تو رکوع میں اور نہ ہی سجدوں میں، کیوں؟

قیام کی حالت کسی بھی انسان کی سب سے معزز، باوقار اور بااحترام حالت ہوتی ہے۔ اور قرآن کا کلام سب سے زیادہ باوقار اور بااحترام ہے لہٰذا اسے سب سے معزز و بااحترام حالت میں پڑھنا افضل ہے۔ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا ہے کہ انہیں اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ رکوع یا سجدے کی حالت میں قرآن کی تلاوت کریں۔ قرآن اللہ کا کلام ہے، جو بہت ہی بلند و بالاء ہے اور اسے یہ زیب دیتا ہے کہ بڑے ہی باادب طریقے سے ادا کیا جائے۔ لیکن پتہ نہیں کتنی بار ہم نے اسے غیر حاضر دماغ کے ساتھ، بغیر کسی احساس، لگاؤ اور اس کے ان باعظمت الفاظ کو سمجھے بغیر پڑھا ہے؟ ہم میں سے کئی ایسے ہیں کے اگر ان سے پوچھا جائے کہ ابھی ہم نے جو کچھ تلاوت کیا ان میں اللہ نے کن چیزوں سے منع فرمایا ہے یا کن باتوں کا حکم دیا ہے؟ تو ہمارے پاس ان میں سے کسی کا جواب نہیں ہوگا۔

ہم تو یاد بھی نہیں رکھ پاتے! لوگوں نے امام کے پیچھے کیا پڑھا ہے۔ وہ جنت اور جہنم کے بارے میں پڑھ رہا ہوتا ہی اور ہم کھانے اور پینے کو سوچ رہے ہوتے ہیں۔ اگر ہمیں کسی طاقتور بادشاہ کا کوئی تاریخی انٹرویو لینا ہو تو ہم کتنی توجہ سرف کر دیں گے؟ نہ صرف کان لگا کر سنیں گے بلکہ پورے دل کے ساتھ اس سے جڑ جائیں گے، کیوں؟ ہم اس میں اتنا زیادہ کھو جائیں گے کہ ممکن ہے اس کی ہر بات کو یاد رکھنے کی کوشش کرنے لگیں! تو آخر ہم اتنے بے رغبت کیوں ہو جاتے ہیں جب اللہ خود نماز میں ہم سے کلام کر رہا ہوتا ہے؟

''بھلا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا (ان کے) دلوں پر قفل لگ رہے ہیں'' (سورۃ محمد:۲۴)

یہ بتایا جا چکا ہے کہ اگر ہم میں دل کی یکسوئی نہیں ہوگی تو اس دل پر اللہ کے الفاظ کا کوئی اثر بھی نہ ہوگا! یاد

رکھو، یہ بڑی بات نہیں کہ ہم قرآن کتنا پڑھتے ہیں بلکہ کمال تو یہ ہے کہ ہم کتنی یکسوئی سے پڑھتے ہیں اور کتنا اثر لیتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ پوری رات نماز میں ایک ہی آیت کو رورو کر دہراتے ہوئے گزار دی۔ ''اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو (تیری مہربانی ہے) بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے۔'' (سورۃ المائدۃ: ۵:۱۱۸)

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ دل سے پڑھیں اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ ہم اللہ سے بات کر رہے ہیں اور وہ ہم سے ہم کلام ہے۔ لیکن ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ ہم اس آیت کے ساتھ کس طرح کے احساسات کو محسوس کریں؟ ابن قیومؒ نے ہمیں کچھ ایسے بنیادی اصول بتائے ہیں جو ہماری رہنمائی کریں گے پھر چاہے ہم اس آیت کی تفسیر سے بہت زیادہ واقفیت نہ بھی رکھتے ہوں۔ انہوں نے کہا ہے:

☆ اگر ایک آیت تم پر اللہ تعالیٰ کے انعام کو بتا رہی ہے، اس کے نام اور اس کی صفات... تو تمہارے دل میں محبت بھر جانی چاہیے۔

☆ اگر ایک آیت اللہ کی رحمت، مغفرت اور اہل جنت کا تذکرہ کرتی ہے... تو تمہارا دل خوشی، سکون اور امید سے بھر جانا چاہیے۔

☆ اگر ایک آیت اللہ کے غضب، اس کے عذاب اور برباد قوموں کا تذکرہ کرتی ہے... تو تمہارا دل خوف اور پریشانی سے بھر جانا چاہیے۔

☆ لہٰذا اللہ کے کلام کو پڑھتے وقت ہم پر ہمیشہ محبت، امید اور خوف کی حالت طاری ہونی چاہیے۔ قرآن تو ہمارے علم سے کئی زیادہ بلند و بالاء ہے...

''لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ''

''اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اس کو دیکھتے کہ خدا کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا ہے۔ اور یہ باتیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے تا کہ وہ فکر کریں۔'' (سورۃ الحشر: ۲۱)

اپنی سب سے بڑی ضرورت کو پورا کریں

اب ہم اپنی قرأت مکمل کر چکے ہیں، ہم تھوڑا وقفہ لیتے ہیں، اب ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے ہم رکوع کریں گے، یہ اپنے بھٹکتے ہوئے ذہن کو دوبارہ مرکوز کرنے کا وقت ہے، ایک یاد دہانی کہ... ہم یہاں زمین پر نماز کے لئے کھڑے ہیں اور ہمیں ساتوں آسمانوں کے اوپر سے دیکھ رہا ہے۔ اس لئے ہماری نماز میں خوبصورتی ہونی چاہیے خاص

طور پر ہمارا رکوع، کیوں کہ اللہ جمیل ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے! آج کے دن ہماری ملاقات اللہ سے زیادہ بزرگ اور برتر سے نہیں ہوگی! تو آیئے اپنی نماز کو اللہ کے لئے اجمل واکمل بنائیں۔

''سبحان ربی العظیم''

''میرا رب عظیم (ہر عیب سے) پاک ہے''

اپنی ہتھیلی سے گھٹنوں کو پکڑ لیں، انگلیاں پھیلی ہوئی ہوں۔ پیٹھ کو اپنے سر کے مقابل کرتے ہوئے بالکل سیدھا رکھیں۔ اپنے آپ کو اسی حالت میں رکھیں جب تک کہ پورے اطمینان کے ساتھ ہر جوڑ اپنی جگہ نہ آجائے۔ ''سبحان ربی العظیم''

اسمِ ضمیر یعنی ''میرے (ربی میں)'' پر توجہ مرکوز رکھیں۔ یہ اپنے رب سے محبت کو جوڑنے کا ایک ذریعہ بنتا ہے۔ وہی ہے میرا رب جس نے مجھے اپنی رحمت کے ساتھ بڑا کیا، مجھے پہنایا، کھلایا اور شفاء دی۔ دل سے نکلے ''سبحانہ'' یعنی وہ ذات ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔ ''سبحان ربی العظیم'' جب دوسری اور تیسری بار کہیں گے تو آپ کا دل محبت اور خلوص سے لبریز ہو جائے گا۔ اس کی عظمت کو محسوس کیجیے، اس کے اقتدارِ کلی کو یاد کیجیے۔ اے میرے رب! میں اپنی تمام تر امیدیں تجھی سے لگاتا ہوں۔

ہم میں سے اکثر نماز کے اس حصے کو مشین کی طرح ادا کرتے ہیں، نہ تو کوئی احساس ہوتا ہے نہ کوئی لگاؤ جیسا کہ قرآن کی قرأت یا سجدے میں ہوتا ہے۔ جبکہ رکوع عبادت کی ایک خاص نشانی ہے اور ہمارے رب کے لئے ہماری عبدیت کا ثبوت! جس میں اعلیٰ درجے کی عاجزی اور انکساری کا احساس پایا جاتا ہے۔ اس وقت کے عرب اس بات کو جانتے تھے اور ان میں سے متکبر لوگ اس کی شدید مخالفت بھی کرتے تھے۔ ایک شخص نے نبی کریم (ﷺ) سے درخواست کی کہ وہ قیام کی حالت سے فوراً سجدے میں چلا جائے اور رکوع کو ادا نہ کرے۔

ہم میں سے ہر کسی کی کچھ نہ کچھ ذاتی خواہشات ہوتی ہے، یہ خواہش کہ مجھ سے محبت کیا جائے، یہ خواہش کہ مجھے کچھ دیر کے لئے اکیلا پن میسر ہو، یہ خواہش کہ دن بھر کی کڑی مشقت کے بعد گھر پر کوئی میرا شدت سے انتظار کر رہا ہو، یہ خواہش کہ میں اپنے بچوں کو ساتھ وقت گزاروں اور انہیں پیار کروں، اچھے القاب سننے کی خواہش وغیرہ۔ جب یہ خواہشات پوری نہیں ہو پاتی تو ہم میں ایک غیر معتدل رویہ جنم لے لیتا ہے اور سارا دن خراب ہو جاتا ہے۔ کئی بار ہم چڑچڑے اور بدمزاج ہو جاتے ہیں بغیر یہ جانے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ کیونکہ اس دن ہماری ایک ذاتی خواہش پوری نہیں ہوتی۔

لیکن ہمیں ایک عظیم اور اہم ضرورت کے تحت پیدا کیا گیا ہے جو ہماری ان تمام ضرورتوں سے کہیں افضل

ہے....اور وہ ہے عبادت۔اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ایک زمانے سے لوگ کئی چیزوں کی عبادت کرتے چلے آ رہے ہیں، جیسے سورج، چاند، جانور، بندر، سانپ، سائنس یہاں تک کہ اپنی خواہشات کی بھی۔اور اس کے لئے وہ اپنی قوت و دولت تک کو نچھاور کرتے چلے آرہے ہیں۔بے شک یہ ضرورت پوری ہونی چاہیے لیکن یہ ضرورت تب تک پوری نہیں ہوسکتی جب تک ہم صرف اور صرف ایک سچے اللہ کہ عبادت نہیں کرتے۔اور نماز اس ضرورت کو پورا کرتی ہے جس میں رکوع اس کا اہم اور ضروری رکن ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور ہمارے اسلاف کو رکوع میں اتنا سکون اور مزہ آتا تھا کہ وہ رکوع کو اتنا لمبا کرتے جتنی دیر وہ قیام میں کھڑے رہتے۔ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی نماز میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ البقرۃ پھر سورۃ آل عمران پھر سورۃ النساء اور پھر سورۃ المائدۃ پڑھی جبکہ عبداللہ بن زبیر ان کے قریب ابھی رکوع ہی میں تھے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی نماز کو بڑی عجلت سے اور رکوع اور سجدے بڑی تیزی کے ساتھ ادا کر رہا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا،''اگر یہ شخص اپنی نماز کے ساتھ اسی حالت میں فوت ہوگیا تو اس کی موت محمد (ﷺ) کے دین پر نہیں ہوگی۔اس لئے ہمارے رکوع کا نبی کریم (ﷺ) کے طریقے پر بہت ہی آرام سے اور شائستگی سے ادا ہونا لازمی ہے۔دنیاوی زندگی تکلیفوں اور مشکلوں سے بھری پڑی ہے، جہاں ایک دن ہنسنا ہے تو دوسرے دن رونا۔اس کی ضرورتیں اور مصروفیات ہمیں توڑ کر رکھ دیتی ہے۔

نماز سے بڑھ کر کونسی شئے ہے جو اس دنیا کی تھکان کو دور کرسکتی ہے؟ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا''جو اپنے رکوع کو ٹھیک سے ادا نہیں کرتا اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کافی مشقت کے بعد صرف ایک یا دو کھجور کھا پاتا ہے۔جو کہ اس کی بھوک کو مٹا نہیں سکتی۔'' آیئے ہم اپنے آرام اور سکون کو اپنے رکوع اور سجود میں تلاش کریں، ہم دن بھر اللہ کے حضور ے امرتبہ جھکتے ہیں، تو اللہ کے لئے ہماری محبت بھی اسی نسبت سے بڑھنی چاہیے۔اور جب آپ اس سے محبت کریں گے وہ آپ سے کئی گنا زیادہ محبت کریگا کیونکہ وہ سب زیادہ رحیم اور کریم ہے۔اور جب آپ کا خالق آپ سے محبت کرے گا تو کون آپ کو تکلیف پہنچا سکتا ہے؟

نماز کے سب سے اہم ستون کی تیاری

ہم نے نماز کے سب سے خوبصورت لمحات کو گزار دیا رکوع کی شکل میں۔رکوع، سجدے کا پیش خیمہ ہے...اطاعت کے ایک وضع سے اطاعت کے دوسرے اور سب سے مکمل وضع کی طرف! لیکن اس سے پہلے کہ ہم سجدے کی طرف بڑھیں نماز کی ایک اور خوبصورت حالت میں ہم داخل ہوتے ہیں...رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد کا

وقفہ۔ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا، ''اللہ اس بندے کی نماز کی طرف دیکھتا تک نہیں جو رکوع کے بعد اور سجدے میں جانے سے پہلے سیدھا کھڑا نہیں ہوتا۔'' اس لئے جس سکون اور اطمینان کو ہم نماز کی دوسری حالتوں میں اختیار کرتے ہیں اسے یہاں بھی اختیار کرنا ضروری ہے...اپنے جسم کے حصوں اور ہڈیوں کو اپنی جگہ پر آنے دیں کیونکہ رسول اللہ (ﷺ) نے ایسا ہی کرنے کو کہا ہے، ''سب سے بدترین چور اپنی نماز میں سے چوری کرنے والا ہے۔'' (عجلت سے ادا کرکے)۔ اللہ کے رسول (ﷺ) رکوع کے بعد اتنی ہی دیر کھڑے رہتے جتنی دیر آپ رکوع میں ہوتے تھے۔

''سمع الله لمن حمده''

(سن لی اللہ نے جس نے اس کی تعریف کی)

اب اس بار جب ہم اس حالت سے کھڑے ہوتے ہیں تو ''اللہ اکبر'' نہیں کہتے بلکہ ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتے ہیں، کیوں؟ یاد کیجیے ہم نے کیا کہا تھا؟ اپنے مالک کے سامنے کی جانے والی ہر دعاء اس کے صحیح طریقے اور ترتیب کے مطابق ہونی چاہیے، جس کے اول میں حمد اور بزرگی کا بیان ہونا ضروری ہے، یاد آیا؟ جس طرح سورۃ الفاتحہ میں ''صراط مستقیم'' کی دعاء مانگنے سے پہلے تعریف بیان کی گئی ہے، وہی بات یہاں بھی لازم آتی ہے۔ چونکہ ہم اب نماز کے سب سے اہم ستون...سجدے کی طرف بڑھ رہے ہیں جس میں ہم اللہ سے سب سے زیادہ قریب ہوں گے! اور جس میں سب سے زیادہ دعاؤں کو قبول کیا جاتا ہے! اس لئے ''سمع الله لمن حمده''، ہمیں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ سجدے میں دعا مانگنے سے پہلے اپنے رب کی تعریف بیان کرو۔ تو پھر ہم اٹھنے کے بعد اس اشارے پر کیا کہتے ہیں؟

''ربنا ولك الحمد حمدا كثيراً طيباً مباركاً فيه''

(اے ہمارے رب تیرے ہی لئے تمام تعریف ہے تعریف بہت زیادہ، پاکیزہ جس میں برکت کی گئی ہے)

ہم اپنے حمد کا افتتاح ''ربنا و لك الحمد'' سے کرتے ہیں جس کے معنیٰ ہیں: اے ہمارے رب! تمام تر تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ ہم آگے اتنا اضافہ بھی کر سکتے ہیں ''حمدا كثيراً طيباً مباركاً فيه'' (تیرے ہی لئے تمام تعریف ہے تعریف بہت زیادہ، پاکیزہ جس میں برکت کی گئی ہے)۔ ایک مرتبہ رسول اللہ (ﷺ) نماز بڑھا رہے تھے۔ جب آپ (ﷺ) نے کہا ''سمیع اللہ لمن حمیدہ'' تب آپ (ﷺ) کے صحابہ میں سے کسی نے درج بالا عبارت کا اضافہ کیا ''حمدا كثيراً طيباً مباركاً فيه''۔ جب نماز ختم ہوگئی تو آپ (ﷺ) اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ ''تم میں سے کس نے ابھی یہ الفاظ کہے تھے؟'' اس شخص نے جواب دیا ''میں نے، اے اللہ کے رسول (ﷺ)''۔ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ ''میں نے دیکھا کہ تیس کے قریب فرشتے اس کا ثواب لکھنے کے لئے ہوڑ میں لگے ہیں۔''

''مِلْءَ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ، وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ''

''حمد جو آسمانوں کو بھر دے، زمین کو بھر دے، اور ان دونوں کے درمیان ہر شئے کو بھر دے اور ہر اس شئے کو جس کو تو چاہے''

ہم ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے درج بالا دعا بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اس دعا میں ''یا جسے تو چاہے'' سے مراد وہ تمام مخلوقات ہیں جو ہماری سوچ سے بھی پرے ہیں مثلاً عرش اور کرسی وغیرہ یا جن کا علم اب تک ہمیں نہ ہو سکا ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ ہم اپنے خالق کے مقابلے اپنے ناقص علم کا اعتراف کرتے ہیں۔

مختلف دعائیں ہمیں الگ الگ الفاظ کے ساتھ نماز میں اپنی توجہ کو مرکوز رکھنے میں مدد دیتی ہیں۔ آئے حمد بیان کریں، اور کریں اور کریں... پھر بھی ہم اپنے رب کی تعریف کا حق ادا نہیں کر پائیں گے... کوئی اس کی تعریف کا حق ادا نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کی تمام تعریفوں کا علم رکھ سکتا ہے سوائے ایک کے، کیا آپ جانتے ہیں وہ کون ہے؟ خود اللہ تعالیٰ۔ صرف وہی ہے جو اپنی تعریف کا حق جانتا ہے جیسا کہ اس کے شان کو لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کئی ایسے صفات اور خوبیاں ہیں جن کا علم نہ تو انسانوں کو ہے اور نہ ہی کسی اور مخلوق کو، بلکہ صرف اللہ ہی کے علم میں ہیں، اس کی عظمت ہماری سوچ سے بھی پرے ہے۔

حقیقی مسرت کیسے حاصل ہو سکتی ہے

ہم نے ابھی اپنے رکوع کو مکمل کیا ہے اور اب کھڑے ہو چکے ہیں۔ اب ہم نماز کے سب سے اہم رکن کو ادا کرنے کی تیاری کرنے جا رہے ہیں! یہ رکن ہماری رکعت کا دلکش اختتام ہے۔ اس سے پہلے کے تمام ارکان اس رکن تک پہنچنے کے ذریعہ تھے۔ اصل اختتام کا پیش خیمہ... سجدہ! سجدے کے کیا معنیٰ ہیں؟ ہم میں سے اکثر سالوں سے اسے مشینی انداز میں ادا کرتے چلے آرہے ہیں، ایک عادت کے طور پر، لہٰذا اس کے حقیقی اثرات سے ناواقف ہیں۔ ہمیں نماز کے کسی بھی رکن کو ادا کرنے میں لذت اس وقت تک محسوس نہیں ہوگی جب تک انہیں اخلاص کے ساتھ نہ کیا جائے۔ سجدہ! جیسا کہ ہم نہ اس سے پہلے ذکر کیا ہے کہ یہ اپنے خالق کے حضور اپنی عبدیت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ یہ ایسا ہے کہ ہم اپنے رب سے پوچھ رہے ہو ''اے میرے اللہ! تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ میں تجھے اپنی سب سے قیمتی شئے دے رہا ہوں، میں خود! میری سب سے باوقار اور محترم شئے... اپنے چہرے کو... میرے نزدیک سب سے کم تر مقام پر رکھ کر۔ میرے رب صرف تیرے لئے.... میں تجھ کو اپنا سب کچھ سونپ رہا ہوں۔''

سجدہ حقیقی خوشی اور سکون کو حاصل کرنے کا ایک راز ہے، کیسے؟ ذرا غور کریں: جنت جو کہ انتہائی مسرت کی جگہ ہے، کہاں ہے؟ ساتوں آسمان کے اوپر، اللہ تعالیٰ کے قریب۔ جہنم جو کہ سب سے زیادہ مصائب کی جگہ ہے، کہاں

ہے؟ بالکل نیچے، اللہ تعالیٰ سے نہایت درجہ دور، اور جنت کے دروازے بدکاروں کے لئے کبھی بھی نہیں کھولے جائیں گے۔ جنت میں سب سے اعلیٰ درجہ کون سا ہے... جو کہ سب بڑا مسرت کا مقام ہے؟ اس مقام کو ''الفردوس الاعلیٰ'' کہا جاتا ہے، جہاں انبیاء کرام کا مقام ہے! جس کی چھت اللہ کا عرش ہے! یہ جنت کا سب سے اونچا مقام ہے، اور اللہ سے سب سے زیادہ قریب بھی۔ آسان الفاظ میں یہ کہ وہاں کے مقیموں کا پڑوسی اللہ تعالیٰ خود ہے!

اب ذرا اور غور کریں... جب نبی کریم (ﷺ) مکہ میں اپنے سب سے مشکل زمانے کو جھیل رہے تھے، جہاں وہ حد درجہ غم اور لاچاری کو محسوس کرنے لگے تھے، تب اللہ نے کیسے ان کو دلاسا دیا اور ان کے جزبے کو ابارا؟ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (ﷺ) کو اپنے پاس بلایا اور ان لمحات کو ہمیشہ کے لئے خاص بنا دیا....الاسراء والمعراج! وہ اپنے رب کے اتنے قریب پہنچ گئے کہ کسی انسان کے لئے یہ ممکن نہیں! آج بھی جب کوئی شئے خوشی کا باعث بنتی ہے، کچھ الفاظ یا کوئی عمل تو اس دعا کو سکھایا گیا ہے ''اسی کی طرف اٹھتے ہیں تمام اچھے الفاظ، اور نیک اعمال...وہ بلند و برتر ہے۔''

تو حقیقی مسرت کہاں ہے؟ وہ اوپر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ وہ خوفیا فارمولہ کچھ اس طرح ہے کہ: جتنا زیادہ آپ اللہ تعالیٰ (حقیقی بادشاہ) کے قریب ہوں گے آپ کی باطنی قوت اتنی ہی بڑھے گی اور آپ کی خوشیوں میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا! لیکن ہم اس مسرت کے اعلیٰ درجے کو کس طرح حاصل کر سکتے ہیں؟ ہمیں اوپر والے کے اور قریب ہونا پڑے گا۔ اور ہم ایسا کس طرح کر سکتے ہیں؟ اپنے آپ کو اس کے کم تر بنا کر۔ ذرا اس حدیث کو یاد کریں: ''جو اللہ کے سامنے عاجزی اختیار کرے گا اللہ اس کو بلند فرمائے گا''، اس کے درجات کو بلند فرمائے گا، اس کی خوشیوں میں اضافہ کریگا۔ اور ذرا اس حدیث پر بھی غور کریں، ''بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ العلق کے آخر میں فرمایا، ''...سجدہ کرو اور (اللہ) کے قریب ہو جاؤ''

کیا آپ کو یہ بات سمجھ میں آئی کہ آپ زندگی بھر کیا کرتے رہے ہیں؟ اپنے ہر سجدے کے ساتھ آپ اپنے رب کے قریب ہونے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ آپ کا جسم تو زمین پر پڑا ہوا ہوتا ہے لیکن روح اپنے رب کے پاس اوپر کی جانب اٹھ رہی ہوتی ہے تا کہ اپنے رب کے قریب ہو سکے۔ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا ہے کہ ''کثرت سے سجدے کرو، کیوں کہ جب بھی کوئی مسلمان سجدہ کرتا ہے، اللہ اس کے درجے کو بلند فرماتا ہے اور اس کے ایک گناہ کو معاف فرماتا ہے...'' یہاں تک کہ وہ اعلیٰ ترین مقام کو پالیتا ہے...! یعنی الفردوس۔ جسے اللہ کے عرش نے گھیرا ہوا ہے اور جو ہمارے پیارے نبی (ﷺ) کا مسکن ہے۔

ایک اور ثبوت چاہیے؟ ایک مرتبہ ربیع بن کعبؓ نے رسول اللہ (ﷺ) کو وضو کا پانی لا کر دیا، تب آپ (ﷺ) نے فرمایا ''کچھ مانگو'' ربیعؓ نے جواب دیا ''میں جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں'' آپ (ﷺ) نے فرمایا ''کچھ اور مانگو'' ربیعؓ نے کہا ''بس یہی''۔ تب آپ (ﷺ) نے جواب دیا کہ ''سجدوں کی کثرت سے میری مدد کرو''۔ تو اب

آپ سمجھے کہ آپ کے ایمانی درجے کو بلند سے بلند تر کرنے کے لئے آپکو اپنی ذات کو نیچے اور نیچے لانا ہوگا۔اور جب آپ کا جسم سجدہ کر رہا ہو تو اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ آپ کا دل بھی اس سے جڑا ہوا ہے، کہ یہ سجدہ اس کے حضور کیا جا رہا ہے جو اپنے عرش پر مستوی ہے، روزانہ اپنی اس کائنات کے امور کی تدبیریں کرتا ہے، جس کے حضور ہمارے نیک اور بداعمال پیش ہوتے ہیں۔ ہر کسی کو اس کی ضرورت ہے لیکن اسے کسی کی ضرورت نہیں، جو ہر آن کسی کی مدد کرتا رہتا ہے تو کسی کے ٹوٹے دل کو جوڑ رہا ہوتا ہے، کسی کمزور کو طاقتور بناتا ہے تو کسی کے گناہوں کو بخش رہا ہوتا ہے۔

جو زندگی بخشتا ہے، لیتا بھی ہے۔ جسے چاہتا ہے ھدایت دیتا ہے، جسے چاہتا ہے گمراہی کے راستے پر ڈال دیتا ہے۔کسی پر اپنی رحمتوں کی برسات کر دیتا ہے تو کسی کو اس سے محروم کر دیتا ہے۔کسی کو عزت بخشتا ہے تو کسی کو ذلیل کرتا ہے۔کسی کے لئے خوشی اور امن کا سامان مہیا کرتا ہے تو کسی سے چین و سکون چھین لیتا ہے۔تو جب آپ سجدہ کر رہے ہوں تو آپ کو ان باتوں کا معلوم رہنا ضروری ہے۔اور آپ کا باطن روشن ہو جائے گا۔ ''(کثرت) سجدوں کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔'' (سورۃ الفتح ۴۸:۲۹)

یہ اللہ کی رحمت اور نور کی ایک نشانی ہے، جس میں عاجزی، انکساری، سکون اور اطمینان کی جھلک موجود ہے، جسے اور کسی بھی ذریعہ سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔سجدہ نماز کا سب سے خاص رکن ہے۔سجدہ بہت قیمتی ہے! پتہ نہیں کتنی پریشانیوں کو یہ سجدہ رفع کر دیتا ہے۔ نہ جانے کتنی مشکلات اور مصائب کو اس سجدے نے حل کر دیا ہے۔کتنی ہی ساری ضرورتوں کو سجدے نے پورا کیا ہے۔کتنی ہی ان سنی دعاؤں کو سجدے نے قبول کروایا ہے!

اپنی ذات کو فرش کے قریب کر لو تاکہ عرش والے کے قریب ہو جاؤ۔اپنے جسم، دل اور روح کے ساتھ سجدہ کرو...اور آپ کو دنیا کی سب سے عظیم نعمت کا احساس ہوگا...اس دنیا کی حقیقی خوشی کو حاصل کریں!

ایک مکمل سجدہ

ہم نماز کے ایک سب سے عظیم رکن کو ادا کر رہے ہیں، سجدہ! کیا آپ کو ایسا محسوس نہیں ہوتا کہ کاش آپ نے خود نبی (ﷺ) کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوتا کہ انہوں نے سجدہ کیسے کیا تھا؟ اس حصے کا اصل مقصد یہی ہے کہ آپ کو سجدے کی صحیح تفصیل بتائی جائے جس طرح نبی کریم (ﷺ) نے اسے اللہ کے حضور ادا کیا تھا، اس امید کے ساتھ کہ ہم بھی اس اہم رکن کو صحیح صحیح ادا کر پائیں۔ جب آپ سجدہ کرنے کا ارادہ کریں تو نیچے کی طرف جھکتے ہوئے اپنی زبان سے ''اللہ اکبر'' کہیں...نہ پہلے، نہ ہی بعد میں بلکہ جھکتے ہوئے۔مضبوط ترین رائے یہ ہے کہ ہتھیلیاں گھٹنوں سے پہلے زمین کو چھوئیں تاکہ اونٹ کی مشابہت نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ آنکھیں زمین پر گڑی ہوئی ہوں جب تک پیشانی اور ناک زمین کو نہ چھو لیں۔اس بات کا

خیال رکھیں کہ پیشانی اور زمین کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ ہو (مثلاً کپڑا وغیرہ) جس سے کہ پیشانی زمین کو نہ چھو پائے۔ہتھیلیاں مضبوطی سے زمین پر ہوں اور انگلیاں ملی ہوئی ہوں۔انگلیاں، گھٹنے اور انگوٹھے قبلہ رخ ہوں، اور ہتھیلیاں یا تو سر کا مقابل ہوں یا کندھوں کے۔

کہنیوں کو زمین سے اٹھا کر رکھیں۔(مرد) اپنی کہنیاں دونوں جانب زیادہ سے زیادہ جسم سے پھیلا کر رکھیں۔سجدہ جسم کے ۷ (سات) ہڈیوں پر کیا جاتا ہے۔پیشانی (مع ناک)، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں پیر (انگوٹھے کے بل)...سارے حصے زمین پر پرسکون طریقے سے رکھے جائیں جب تک کہ جسم کے سارے جوڑ آرام سے اپنی اپنی جگہ نہ آجائے۔رسول اللہ (ﷺ) اس حالت میں کبھی قرآن نہیں پڑھتے بلکہ آپ (ﷺ) نے متعدد دعائیں پڑھی ہیں۔آپ (ﷺ) نے فرمایا، ’’بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے، لہٰذا تم زیادہ سے زیادہ دعاء کیا کرو۔‘‘ اور جب ہم اس حالتِ عظیم میں ہوں تو یہ پڑھیں:

’’سبحان ربی الاعلیٰ‘‘

’’پاک ہے میرا رب سب سے بلند‘‘ (تین بار یا اس سے زائد)

ہم یہ بھی پڑھ سکتے ہیں:

’’سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي‘‘

’’پاک ہے تو اے اللہ اے ہمارے رب اور اپنی تعریف کے ساتھ مجھ بخش دے‘‘

یا

’’سُبُّوحٌ قُدُّسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّحِ‘‘

’’بہت پاک بہت مقدس ہے فرشتوں اور روح کا رب‘‘

نبی کریم (ﷺ) نے ہمیں متعدد دعائیں سکھائی ہیں جن میں سے ہر ایک اپنے اندر معنیٰ و مفہوم کے اعتبار سے عظیم خزانے کو سموئے ہوئے ہے اور باعث سکون بھی۔

دعا کرنا اپنے آپ میں اللہ سے بات کرنے کے برابر ہے۔اور جب آپ کسی سے محبت کرتے ہیں تو اس سے زیادہ سے زیاہ باتیں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔آپ زیادہ دیر تک اس کے ساتھ مصروف رہنا چاہتے ہیں، کیا آپ کو یاد ہے جب اللہ تعالیٰ نے وادئ طویٰ میں حضرت موسیٰؑ سے کلام فرمایا تھا؟ جب اللہ کلام کر رہا تھا موسیٰؑ بس سنتے ہی جا رہے تھے، مانو بالکل غمگین ہو گئے ہوں اور جب اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا ’’اے موسیٰؑ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟‘‘ تو جنونی بشاشت میں موسیٰؑ بولتے چلے گئے، ’’یہ میری چھڑی ہے، میں اس پر ٹیک لیتا ہوں؛ اور میں اس سے اپنی بھیڑوں

کے لئے پتے جھاڑتا ہوں...'' (دیکھیں سورۃ طٰہٰ :۱۱ تا ۴۷) وہ اس خاص ملاقات میں بالکل بے خودی کے عالم میں پہنچ چکے تھے، اور جب انہیں اس بات کا احساس ہوا کہ وہ کس ہستی کے سامنے کھڑے ہیں تو اپنی بات کو چھوٹی کرتے ہوئے کہا، ''اور اس سے میں اپنے دوسرے کام لیتا ہوں''

آئندہ جب آپ اپنے رب کے اتنے قریب ہوں تو اس راحت و مسرت کو محسوس کرنے کی کوشش کریں جسے موسیٰ ؑ نے محسوس کیا تھا۔ اس کے لئے اپنی محبت کو یاد کریں۔ اس سے کلام کریں، اس کی حمد بیان کریں، اس سے التجا کریں کہ وہ اپنی رحمت سے آپ کو بخش دے اور اس سکون کو حاصل کریں جو صرف اسی کے در سے مل سکتا ہے۔

''اَللّٰھُمَّ اِنِّی أعُوذُبِكَ بِی رِضا کَمِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأعُوذُبِكَ مِنْكَ ، لَا أحْصِی ثَنَاءً عَلَیْكَ أنْتَ کَمَا أثْنَیْتَ عَلیٰ نَفْسِكَ''

''اے اللہ میں تیرے غصے سے تیری رضا کی پناہ چاہتا ہوں اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ چاہتا ہوں اور میں تجھ سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں۔ میں پوری طرح تیری تعریف نہیں کرسکتا۔ تو اس طرح ہے جس طرح تو نے اپنی تعریف بیان کی ہے''

نماز کی ہر رکعت میں ایک رکوع ہے لیکن سجدے دو، کیوں؟ کیوں کہ سجدہ نماز کا سب سے اہم رکن ہے اور اسے دو مرتبہ ادا کیا جاتا ہے کیوں کہ ایک بار نا کافی ہوتا ہے۔ نبی (ﷺ) اپنے سجدوں کو لمبا کیا کرتے تھے تاکہ اس اہم رکن کو ادا کرتے ہوئے زیادہ وقت اپنے رب کے ساتھ گزاریں۔ (اکثر وقت آپ (ﷺ) کے نواسوں کے لئے سب سے خاص ہوتا تھا اور آپ (ﷺ) بھی تب تک سجدے سے سر نہیں اٹھاتے جب تک ان کی سواری پوری نہ ہو جاتی)

ایک مؤدبانہ درخواست

جیسا کہ اب تک ہم نے دیکھا نماز میں ہر حالت اپنے میں ایک الگ مفہوم اور اہمیت رکھتی ہے، تو ہماری ہر حرکت ہمیں ایک الگ منظر پیش کرتی ہے۔ ہماری ہر حرکت ہمیں متوجہ رکھتی ہے اور ہمارے ادا کیے گئے ہر لفظ پر غور و فکر کرنے کا موقع دیتی ہے۔ یہ حرکات ہمارے دل کو نماز سے جوڑے رکھتی ہے...اللہ کے ساتھ ہمارے الگ الگ تعلقات اور احساسات کو جگاتی ہے، جس میں محبت، خوف، امید اور انکساری شامل ہیں۔ اب جس مقام پر ہم پہنچے ہیں اس سے ہم میں اعلیٰ درجے کی انکساری اور خوف خدا پیدا ہونا ضروری ہے۔ یہ وہ حالت ہے جو مشابہ ہے اس حالت کی جو فیصلے کے دن ہمارے ساتھ پیش آنا ہے:

''وَتَرَی کُلَّ أُمَّةٍ جَاثِیَةً کُلُّ أُمَّةٍ تُدعَی إِلَی کِتَابِهَا الْیَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا کُنتُمْ تَعْمَلُونَ''

''اور جس روز قیامت برپا ہو گی اس روز جاہل خسارے میں پڑ جائیں گے۔ اور تم ہر ایک فرقے کو دیکھو گے کہ گھٹنوں کے

بل بیٹھا ہوگا اور ہر ایک جماعت اپنی کتاب (اعمال) کی طرف بلائی جائے گی جو کچھ کرتے رہے ہو آج تم کو اس کا بدلا دیا جائے گا۔'' (سورۃ الجاثیۃ: ۲۷ تا ۲۸)

ہماری اس دنیا کی نسبت سے یہ وہ حالت ہے کہ جب کوئی سزائے موت کی خبر کو سنے، وہ حالت جس میں ایک شخص نہایت انکساری سے معافی کی درخواست کرے، یہ ہے دو سجدوں کے درمیان اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھنا! اب ہمیں اس حالت میں کیا کہنا ہے؟ اس سے زیادہ لائق الفاظ ہم کیا کہہ سکتے ہیں کہ ''رب اغفرلی، ''رب اغفرلی'' (اے رب مجھے معاف کردے، اے رب مجھے معاف کردے) دو مرتبہ، تین مرتبہ، چار مرتبہ یا اس سے زائد۔ کتنی بار ہم نے اللہ کے احکامات کو ماننے سے انکار کیا ہے اور حد سے تجاوز کیا ہے؟

یہ وہ وقت ہے کہ ہم محکومی اور لاچاری کے ساتھ زیادہ سے زیادہ معافی طلب کریں۔ اللہ کے رسول (ﷺ) اس حالت میں اتنی ہی دیر بیٹھتے جتنی دیر آپ سجدہ کرتے، اور اپنے رب سے یہ دعا مانگتے:

''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِي، وَارْحَمْنِي، وَاھْدِنِي، وَاجْبُرْنِي وَعَافِنِي وَارْزُقْنِي وَارْفَعْنِي''

''اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور مجھے ہدایت دے اور میرے نقصان پورے کردے اور مجھے عافیت دے اور مجھے رزق اور مجھے بلند کر۔''

ہم اللہ سے جو کچھ بھی طلب کرتے ہیں وہ اس دنیا کے لئے ہے اور سب سے اہم اس آخرت کی زندگی کے لئے ہے۔ قیامت کے دن جب سارے انسان اپنے حساب و کتاب کا انتظار کر رہے ہوں گے، رسولِ کریم (ﷺ) اپنے رب کے حضور سجدے میں پڑے ہوں گے، روتے گڑگڑاتے اس کی بڑائی و بزرگی بیان کر رہے ہوں گے، وہ اپنی امت کے لئے اس وقت تک روتے رہیں گے جب تک اللہ ان کو جواب نہ دے دیگا، ''اپنا سر اٹھایئے، اے محمد! (ﷺ) مانگو عطاء کیا جائیگا، سفارش کرو قبول کی جائے گی۔''

نبی (ﷺ) سجدے سے اٹھ کر اسی حالت میں بیٹھیں گے اور ہمارے لئے سفارش کریں گے۔ اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ ہماری دعائیں دونوں حالتوں میں سنی جاتی ہیں، حالتِ سجدہ میں اور اس کے بعد بھی! اور پھر جب ہم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہیں تو دوبارہ سجدے میں گر جاتے ہیں تا کہ اس سے اور زیادہ قریب ہوسکیں، ایک سجدہ کافی نہیں۔ جس طرح قرآن کی سب سے پہلی سورۃ، سورۃ العلق شروع ہوتی ہے اس حکم کے ساتھ کہ ''پڑھو'' اور ختم ہوتی ہے سجدے پر، اسی طرح ہماری نمازی ہر رکعت قرأت سے شروع ہوتی ہے اور سجدے پر ختم ہوتی ہے۔ عبادت کے ہر طریقے میں ایک الگ خوبصورتی اور الگ ہی مزہ ہے۔ جتنا زیادہ ہم جانیں گے اتنا زیادہ اس خوبصورتی اور اس کی لذت کو محسوس کر سکیں گے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ''کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟'' (سورۃ الزمر: ۹)

الوداعی منظر

”اَلتَّحِیَاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلوٰۃُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا..وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ. أَشْھَدُ أَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَأَشْھَدُ مُحَمَّداً عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہُ“

(زبان کی تمام عبادتیں اور بدنی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔سلام ہو تجھ پر اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔)

جب آپ اپنی پہلی رکعت مکمل کر لیتے ہیں تو دوسری کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں تا کہ دوبارہ اپنی توجہ مرکوز کر سکیں اور اپنے دل کو اسی جذبۂ انکساری اور عبدیت سے مزید بھر سکیں۔ اگر یہ آپ کی آخری رکعت ہے تو ہم اب الوداعی مقام پر پہنچ چکے ہیں...ایک خوبصورت اختتام، بندے اور اس کے غفور و رحیم مالک کی ملاقات کا۔ یہ ہے...تشہد۔

ہمارے ہاتھ گھٹنوں یا اس سے کچھ اوپر ہونے چاہیے۔جن آداب کو ہم اپنے رب سے کلام کرتے ہوئے ملحوظ رکھتے ہیں اسی نہج پر اس الوداعی مقام کی شروعات اپنے رب کی بڑائی اور کبریائی سے ہوتی ہے۔اس کی لافانی ذات، اس کی بادشاہت اور اس کی عظمت کو بیان کرنے کے لئے براہِ راست مخاطب ہوتے ہوئے کہیے، ”التحیات لله“ ۔تمام ”التحیات“ (تعریفیں اور بڑائیاں) اللہ واحد کے لئے ہیں۔ ”والصلوۃ“، ہماری تمام تر دعائیں اور عبادتیں اس اللہ ہی کے لئے ہیں۔ ”والطیبات“ اور تمام تر بھلائیاں، ہمارے الفاظ یا اعمال کی شکل میں صرف اللہ کے لئے ہیں۔کیوں کہ اللہ صرف بھلائی، اخلاص اور نیک نیتی سے کیے جانے والے اعمال کو قبول کرتا ہے۔

اب اگلے الفاظ جنہیں آپ ادا کرتے ہیں یہ ایک لمبا سفر طے کر کے ہزاروں کلومیٹر اس جگہ پہنچتے ہیں جسے ہم کہتے ہیں، مدینۃ المنورۃ، جہاں کائنات کی سب سے بابرکت شخصیت آرام فرما ہے...ہمارے پیارے نبی (ﷺ)۔ ”اسلام علیك ایھا النبی و رحمة الله و بركاته....“ اے نبی (ﷺ)! آپ پر اللہ کی سلامتی، رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ ہر روز آپ اس پیارے سے سلام کو بھیجتے ہیں اور آپ (ﷺ) اس کا جواب دیتے ہیں! ذرا اس حدیث کو سنیے: ”تم میں سے جب بھی کوئی مجھ پر درود و سلام بھیجتا ہے تو اللہ مجھ میں میری روح لوٹا دیتا ہے تا کہ میں اس کا جواب دے سکوں۔“

ذرا اپنے قریبی دروازے پر ایک نظر ڈالیں اور فرض کریں کے رسول اللہ (ﷺ) اس سے ابھی ابھی داخل ہوئے ہیں۔اپنا چمکدار، گلاب سی لالی بھرا چہرا لئے ہوئے، سلیقے سے لپٹا ہوا امامہ پہنے، اپنے بے داغ سفید اور خوشبودار

کپڑوں میں ...اور چہرے پر ایسی مسکراہٹ لیے ہوئے جسے دیکھ کر آپ کا دل مسرور ہو جائے۔آپ (ﷺ) نے آج کسی ایک ہی کو سلام کرنے کا ارادہ کیا ہو، اور وہ تم ہو!، آپ کو کیسا محسوس ہوگا؟ جب آپ ان لفظوں کے ساتھ براہِ راست رسول اللہ (ﷺ) سے ہم کلام ہیں۔ ذرا سوچیں۔

آپ کے پاس یہ محترم موقع دن بھر میں پانچ مرتبہ آتا ہے! ہم میں سے کتنے یہ خواہش رکھتے ہیں کہ کاش ہم بھی آپ (ﷺ) کے زمانے میں ہوتے یا آپ (ﷺ) کو دیکھ پاتے؟...لیکن مندرجہ بالا الفاظ ہمیں آپ (ﷺ) کے قریب کر دیتے ہیں۔ تو کیا ہم پر یہ واجب نہیں کہ ایک مشکور اور سچے دل کی محبت کے ساتھ آپ (ﷺ) پر درود بھیجیں؟ جبکہ آپ (ﷺ) نے ناقابلِ برداشت تکلیفوں اور مصیبتوں کے باوجود ہمارے لئے اسلام کا ایک کامل اور بابرکت نمونہ پیش کیا۔ جس وقت آپ اپنے نبی ﷺ پر اپنی محبت اور احترام نچھاور کر رہے ہوں ذرا یہ بھی سوچ لیں کہ آپ کس کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ اس کے سامنے جس نے آپ کو اور آپ کے نبی ﷺ کو پیدا فرمایا، اور جو اتنا رحیم اور کریم ہے کہ اپنے نبی ﷺ پر ایک بار درود بھیجنے کے بدلے وہ رب آپ پر دس رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا ہے۔

اللہ کی کبریائی اور بڑائی بیان کرنے اور اپنے نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کے بعد آپ خود پر اور اللہ کے صالح بندوں پر سلامتی بھیجتے ہیں۔"السلام علینا وعلى عباداللہ الصالحین ..." ہر نیک بندے پر چاہے یہاں ہو یا آسمانوں میں، انسان ہو یا فرشتوں میں۔ اور پھر ان محترم الفاظ کو دہراتے ہیں جو توحید کا منبع ہیں، جس سے آپ میں ایمان کی تجدید کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے: "اشہدان لا...." میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ جب بھی موت آتی ہے تو انسان کسی دو نمازوں کے درمیان فوت ہوتا ہے، فجر اور ظہر کے درمیان، یا ظہر اور عصر کے درمیان، یا عصر اور مغرب کے درمیان یا پھر مغرب اور عشاء کے درمیان۔ اور اللہ کے رسول (ﷺ) نے فرمایا "جس کسی کے آخری الفاظ "لا الہ الا اللہ" ہوں گے وہ جنت میں جائے گا"۔ یہ کوئی چونکانے والی بات نہیں، بلکہ یہ الفاظ تو جنت کی کنجی ہیں! آخر کار اب جب یہ بابرکت ملاقات اپنے خاتمے پر ہے، اللہ رب العزت نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ان لمحات میں تمہاری ہر دعاء کو قبول کیا جائیگا۔ تو سب سے پہلے اللہ کی بڑائی بیان کرو، پھر نبی کریم (ﷺ) ان کے اہل پر درود، بھیجو، اپنے اور اپنے ماں باپ کے لئے مغفرت طلب کرو پھر اس رحمٰن ورحیم سے اس دنیا اور آخرت کی بھلائی طلب کرو۔ ان دعاؤں کو سیکھنے کی کوشش کیجیے جنہیں رسول اللہ (ﷺ) پڑھا کرتے تھے اور جو ہماری ہر دنیاوی واخروی ضروریات کو محیط ہیں۔

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ،اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْد“

(اے اللہ صلوٰۃ بھیج محمد (ﷺ) پر اوران کی آل پر جس طرح تو نے صلوٰۃ بھیجی ابراھیمؑ پر اور ابراھیمؑ کی آل پر یقیناً تو تعریف والا بزرگی والا ہے، اے اللہ صلوٰۃ بھیج محمد (ﷺ) پر اور محمد کی آل پر جس طرح تو نے صلوٰۃ بھیجی ابراھیمؑ پر اور ابراھیمؑ کی آل پر یقیناً تو تعریف والا بزرگی والا ہے، اے اللہ برکت نازل فرما محمد (ﷺ) پر اور محمد کی آل پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی ابراھیمؑ پر اور ابراھیمؑ کی آل پر یقیناً تو تعریف والا بزرگی والا ہے)

اس آخری مرحلے کے بعد جب آپ اپنے باقی مقتدیوں کے ساتھ سر کو دائیں طرف موڑتے ہوئے سلام کہتے ہیں تو آپ کے دل میں راحت وسکون کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو یہ آپ کے ان اعمال کا نتیجہ ہے جس نے آپ کے دل کو سخت بنا دیا ہے اور اپنے رب سے دور کر رکھا ہے۔ اپنی اس کمی کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو کم سے کم تین مرتبہ، اور آؤ سنت کے لئے کھڑے ہو جاؤ تا کہ کچھ تلافی ہو سکے اور اس چین وسکون کو اس کی روح کے ساتھ حاصل کیا جا سکے جو صرف اللہ کے دربار میں ہے۔ اور یاد رکھو کہ جیسے جیسے آپ میں اللہ کی محبت بڑھتی جائے گی آپ اللہ کے اور قریب ہوتے جائیں گے، آپ کا دل عاجزی اور انکساری سے بھر جائے گا، آپ کا ذہن مرکوز ہو جائیگا اور آخر کار آپ کو نماز میں وہ مزہ آنے لگے گا جیسا کہ مطلوب ہے۔

ملاقات کی اطلاع -نماز کی طرف بلاوا

بات ابھی مکمل نہیں ہوئی، آیئے کچھ باتیں اذان کے متعلق جان لیں۔ آپ کو پتہ ہے نماز کی شروعات کب ہوتی ہے؟ آپ کہیں گے ”اللہ اکبر“ سے؟ بلکہ اس کی شروعات تو بہت پہلے ہو جاتی ہے، نماز کی شروعات اذان سے ہوتی ہے! نبی (ﷺ) نے فرمایا،”تم میں ہر کوئی نماز میں ہوتا ہے جب سے وہ نماز کا انتظار کرنے لگتا ہے۔“ اذان آپ کو اپنے رب سے ملاقات کی تیاری کا اشارہ دیتی ہے۔ لہٰذا اس سے آپ میں اس خوشی اور مسرت کا پیدا ہونا لازمی ہے کہ آپ اپنے رب سے ملاقات کرنے جا رہے ہیں۔ اس لئے آپ نماز ہی کی حالت میں ہو جاتے ہیں کیوں کہ اب آپ کا ذہن نماز میں لگ جاتا ہے۔ اذان شیطان کو دور کرتی ہے کیوں کہ جیسے ہی وہ اذان سنتا ہے غصے اور غم سے دور بھاگنا شروع کر دیتا ہے۔

اس بات کو جان لینے کے بعد کہ اب شیطان آپ کو بہکانے کے لئے موجود نہیں ہے آپ میں اس درجے کی عاجزی اور انکساری پیدا ہو جانی چاہیے جو نماز کے لئے ضروری ہے۔ اذان آپ کے نماز کے ثواب کو بڑھانے کا ذریعہ ہے ان کوتاہیوں سے جنہیں نماز میں کرنے سے آپ بچ نہیں پاتے (ذہنی بہکاوے کی وجہ سے)۔ تو ہم اپنے

ثواب کو کیسے بڑھائیں؟ نبی ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے کہ مؤذن کو ہر اس شخص کے ثواب کے برابر ثواب ملتا ہے جو اس کی اذان کو سنتا اور اس کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے۔'' مثال کے طور پر اگر ۱۰۰ الوگ مؤذن کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں تو اسے ۱۰۰ الوگوں کی نماز کا اجر ملتا ہے۔ تو اگر ہمیں بھی مؤذن کے اس ثواب میں شامل ہونا ہے تو ہمیں صرف اتنا کرنا ہے کہ، اذان کو اس کے پیچھے دہرانا ہے۔ ''اس طرح کہو جو مؤذن کہتا ہے'' یہ ہمارے نبی (ﷺ) کا نسخہ ہے۔ تو ذرا سوچیں کہ آپ مکہ مکرمۃ میں اذان کو دہرا رہے ہوں، جہاں لاکھوں لوگ نماز ادا کرتے ہیں اور جہاں ایک نماز کا ثواب دس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

اس موقع پر اللہ کی رحمت اور دریا دلی پر غور کریں۔ ایک معمولی اور آسان سا عمل کتنے بڑے اجر کا باعث بنتا ہے! اذان کن الفاظ سے شروع ہوتی ہے؟ ''اللہ اکبر'' اللہ سب سے بڑا ہے! آپ کی زندگی میں کوئی بھی اس کی ذات سے زیادہ اہم نہیں ہے! اپنے کاروبار، اپنی نوکریاں، اپنے بیوی بچے، اپنی نیند! اللہ ان سب سے بڑا ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب اس کے حضور حاضری ہونی ہے۔ اسی لئے مؤذن ان الفاظ کو ایک سے زائد مرتبہ دہراتا ہے۔

اور ہم کس چیز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے تمام امور چھوڑ دیتے ہیں؟ جواب اگلے الفاظ میں ہے: ''لا الٰہ الا اللہ'' کوئی نہیں ہے معبود سوائے اللہ کے! اے اللہ، صرف تیرے ہی لئے میں نے ان ساری چیزوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اس کے برخلاف، اذان کو نظر انداز کرنا اس بات کو قبول کرنا ہے کہ جو کچھ اس وقت میرے پاس ہے اللہ تعالیٰ سے اہم ہے، یعنی یہ چیزیں اس ذات سے زیادہ قابل عبادت ہیں۔ ''لا الٰہ الا اللہ'' کے بعد کیا ہے؟ ہم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو کس کے طریقے کی اتباع کرتے ہیں؟ یہ نبی (ﷺ) کا طریقہ ہے، ''اس طرح نماز پڑھو جیسا تم مجھے پڑھتے دیکھتے ہو'' اسی لئے مؤذن پکارتا ہے، '' اشهد ان محمد رسول الله ''۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ تو یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ کسی بھی عمل کے قبول ہونے کی یہ دو شرائط ہیں: اللہ کے لئے اخلاص (لا الٰہ الا اللہ) اور نبی (ﷺ) کے طریقے کے مطابق، ''اشهد ان محمد رسول الله ''۔

اس بنیادی اصول کو سورۃ الکہف کی آخری آیت میں واضح کیا گیا ہے۔

''قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً''

''کہہ دو کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں (البتہ) میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود وہی ایک معبود ہے تو جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھے، چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

(سورۃ الکہف: ۱۱۰)

دیکھیے! ہمارے نبی (ﷺ) کا مقام کتنا اونچا ہے ...کسی شخص کے نام کو وہ بلندی نہیں مل پائی جو آپ ﷺ کی ہے۔ دنیا کے کسی بھی کونے میں جہاں مسلمان بستا ہے، اور صبح کی پہلی کرن پھوٹنے سے پہلے جب اذان کو پکارا جاتا ہے، تو آیئے اب تک کی سب سے بڑی تسبیح مہم کا حصہ بنیں! اپنے مؤذن کے پیچھے دہرائیں! اب ہمارے لئے کیا ضروری ہے جبکہ ہم نے اپنی عبدیت اور اتباع کا اعلان کر دیا ہے؟ ''حی علی الصلوۃ'' اٹھو آؤ نماز کی طرف۔ لیکن یہاں پر ان الفاظ کو دہرانے کی بجائے ہمیں کیا کہنا ہے؟ ہمیں کہنا ہے، ''لا حول و لا قوۃ الا باللہ'' (ترجمہ)۔ صرف اللہ ہی مجھے اپنی عبادت کے لئے کھڑا کر سکتا ہے اور وہ ہی توفیق دے سکتا ہے۔ میں اس کی مدد کے بغیر اسے پورا نہیں کر سکتا۔ تو اذان اپنے معنیٰ و مفہوم کے اعتبار سے الفاتحہ کے مشابہ ہے، جہاں ہم سب سے پہلے اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ عبادت صرف اللہ ہی کے لئے ہے (ایاک نعبدو) پھر ہم اس کے لئے اللہ کی مدد طلب کرتے ہیں (وا یاک نستعین)۔

اگلے الفاظ اپنے اندر ہمارے لئے مسرت و خوشی کو سموئے ہوئے ہیں! اگلے الفاظ ہم سے ہر طرح کی کامیابی کا وعدہ کر رہے ہیں، ''حی علی الفلاح'' اٹھو بڑھو کامیابی کی طرف۔ اگر یہ نماز مجھے میرے دنیاوی اور اخروی معاملات میں کامیابی کی ضمانت دے رہی ہے تو میں کیوں اس کے لئے کھڑا نہیں ہوں گا؟ اور اس کے لئے بھی مجھ میں آنے والی طاقت اللہ ہی کی طرف سے ہے، لہٰذا میں انہی الفاظ کو دہراؤں گا ''لا حول ولا قوۃ الا با اللہ''۔ آخر میں جن الفاظ کے ساتھ اذان ختم ہوتی ہے، یہ وہی الفاظ ہیں جن سے شروعات ہوئی تھی، ''لا الہ الا اللہ''۔ جہاں شروعات میں ''اللہ اکبر'' آپ سے دنیا کو چھوڑنے کا حکم دیتا ہے، کیوں کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ ''لا الہ الا اللہ'' ایک پکار ہے کہ آخرت پر توجہ مبذول کرو، کیوں کہ یہی وہ زندگی ہے جس کے لئے محنت کرنی ہے۔

اگلی بار جب آپ اذان سنیں، تو اس طرح سنیے کہ یہ ایک اعلان ہے آپ کی اور آپ کے محبوب کی ملاقات کا۔ اس طرح سنیں جیسے ایک بچہ اپنی ماں سے ملاقات کے لئے انتظار کرتے ہوئے کھڑا ہو، اور پھر وہ اعلان سنتا ہے، کہ ان کی فلائٹ پہنچ چکی ہے! اذان کا اپنا ہی ایک مزہ ہے، ''جو کوئی اپنے رب سے ملاقات کا خواہاں ہو، اللہ بھی اس سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔''

اور اپنے رب سے ملاقات کی یہ چاہت آپ کو نماز کے لئے بنا وقت گنوائے نکلنے کے لئے مجبور کر دے، بالکل اسی طرح جیسے موسیٰؑ دوڑے تھے اپنے رب سے ملاقات کرنے کے لئے، ''...اے پروردگار میں نے تیری طرف (آنے کی) جلدی اس لئے کی کہ تو خوش ہو۔'' (سورۃ طٰہٰ: ۸۴)

یہ ایک باعث شرم حقیقت ہے کہ اذان کئی لوگوں کے لئے صرف ایک مدھم سی آواز بن گئی ہے جو انہیں اپنی مصروفیات میں سنائی تک نہیں دیتی۔ لیکن چونکہ ہم جان چکے ہیں کہ اذان کے ان غیر معمولی الفاظ میں کتنی طاقت ہے تو

چاہیے کہ اس کے اثرات ہماری شخصیت کو بدلنے کے لئے کافی ہوجائیں۔

دیکھے جانے کے قابل

کچھ باتیں وضو کے متعلق بھی جان لیں...ہم میں سے کئی کے لئے وضوء صرف ایک عادت بن چکا ہے، اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بس ایک ایسا عمل ہے جسے نماز کو ادا کرنے کے لئے پورا کرنا ضروری ہے۔لیکن وضوء ہمارے اس علم سے کہیں بڑھ کر ہے، آپ شاید یہ تو جانتے ہی ہوں گے کہ وضوء کو کیسے کیا جاتا ہے، آپ کو کیا کہنا ہے اسے کرتے ہوئے، نبی (ﷺ) نے اسے کیسے کیا، دیگر چیزیں جیسا پانی کا اسراف نہ کرنا وغیرہ۔اس کے علاوہ اس میں اور کیا ہے جو جاننا ضروری ہے؟ خیر، ذرا غور کریں کہ اس میں کیے جانے والے ہر عمل آپ کے جسمانی عضو سے تعلق رکھتے ہیں، جیسے، چہرا، ہاتھ، سر اور پیر وغیرہ، لیکن دل کہاں ہے؟ کیا دل وہ جگہ نہیں جس میں نیت ہوتی ہے؟ کتنے ہی معمولی عمل ایسے ہیں جو میزان میں بڑھ جاتے ہیں اسی نیت کی وجہ سے اور کتنے ہی بڑے اعمال ایسے ہیں جن کا اجر گھٹ جاتا ہے، اسی نیت کی وجہ سے۔

جب کسی عمل میں دل کا دخل ہوجاتا ہے تو اس کا وزن خود بخود بڑھ جاتا ہے۔اور اعمال کے اجر بھی بڑھ جاتے ہیں بمقابل ان کے جو صرف اعضاء جسمانی سے کیے جائیں۔تو اگلی بار جب آپ نماز کی تیاری کرنے سے پہلے وضوء کے لئے جائیں تو اسے صرف مشینی انداز میں پورا نہ کرتے ہوئے اس میں مندرجہ ذیل اخلاصِ نیت کو بھی شامل کر لیں اور آپ کو واقعی بہت کچھ حاصل ہو جائے گا۔ وضو کے لئے احساسِ عبدیت کے ساتھ اٹھیں۔ اللہ کے احکام کی بجا آوری اس آیت کی روشنی میں جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ’’مومنو! جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تم منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھولیا کرو اور سر کا مسح کرلیا کرو اور (ٹخنوں تک) پاؤں دھولیا کرو...‘‘ (سورۃ المائدۃ:٦)

ہمارے محبوب، پیغمبر محمد (ﷺ) کی مکمل اتباع کے ساتھ کہ جیسا انہوں نے کیا ہے۔اس نیت کے ساتھ اٹھیں کہ آپ کو اپنے بد اعمال کو دھو دینا ہے۔ چونکہ وضوء شرط ہے اللہ تعالیٰ سے ملاقات (نماز) کے لئے اور کسی کو بھی اجازت نہیں کہ جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے تو پاک نہ ہو، اس لئے وضوء آپ کو ظاہری طور پر پاک کردیتا ہے تا کہ آپ اس چیز کو حاصل کرسکیں جو آپ کا مقصد ہے... باطنی پاکی! نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ’’جب کوئی وضوء کرتا ہے اور اسے مکمل شرائط کے ساتھ ادا کرتا ہے تو اس کے بداعمال اس کے جسم سے دھل جاتے ہیں جب تک کہ پانی کا آخری قطرہ باقی رہتا ہے۔! یا ’’یہاں تک کہ اس کے ناخن تک سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔‘‘

یہ گناہ جسم کے ہر حصے سے دھل جاتے ہیں...گناہ جنہیں ہاتھوں سے، پیروں سے چہرے سے (آنکھ، کان ،زبان) سے کیے گئے ہوں۔ ذرا گناہوں کو دھل جانے کو آنکھوں سے دیکھنے کی کوشش کریں۔ دل میں اللہ کی رحمت کی امید کے ساتھ دیکھنے کی کوشش کریں۔اور جب وضوء کرچکیں تو کلمۂ شہادت پڑھیں:

”أَشْهَدُ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰه وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدُ رَّسُولُ اللّٰه“

اور پھر کہیں،

”أَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ“

اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو ہمیشہ تیری طرف رجوع کریں، اور مجھے ان لوگوں میں سے بنادے جو پاک اور صاف رہنے والے ہیں!

وضوء کرنے کے بعد آپ دونوں جہاں کے بادشاہ سے ملاقات کے لئے تیار ہو چکے ہیں، اور ہمیشہ اس طرح کی ملاقات سے پہلے ہر کسی کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو بنا سنوار کر اس طرح کی میٹنگ میں شامل ہو جیسا کہ اس کے شایانِ شان ہے۔ اور وضوء آپ کو اس لائق بنا دیتا ہے کہ ایسی ملاقات کے لئے آپ ”دیکھنے کے قابل“ بن جائیں اور اپنے رب کے حضور کھڑے ہو سکیں۔ وضوء کے ذریعہ حاصل ہونے والی یہ خوبصورتی آپ کے ساتھ قیامت کے دن تک باقی رہے گی۔ اللہ کے رسول (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ”کاش میں اپنے بعد آنے والے بھائیوں کو پہچان پاتا۔“ آپ (ﷺ) کی امت میں سے وہ لوگ جو بعد میں آنے والے ہیں...یعنی ہم!

اس دن نبی کریم (ﷺ) ہمیں ہمارے اعضاء وضو سے پہچانیں گے کیوں کہ یہ چمک رہے ہوں گے۔ اللہ کے رسول (ﷺ) نے اعضاء وضوء کو ان کے مقررہ حصوں سے آگے تک دھلنے کو پسند فرمایا ہے مثلاً کہنیاں اور ٹخنے کا حصہ تا کہ اس دن یہ حصے زیادہ سے زیادہ روشن اور باعث عزت بنیں۔ ہماری یہ زائد کوشش نہ صرف ہمارے گناہوں کو مٹاتی ہیں بلکہ درجات کو بلند کرنے کا باعث بھی بنتی ہے۔ وضوء ہمارے درجات کو بلند سے بلند تر کرتا ہے اتنا کہ ہم گمان بھی نہیں کر سکتے! کیسے؟ ایک صبح اللہ کے رسول (ﷺ) نے حضرت بلالؓ سے ارشاد فرمایا ”تم جنت میں مجھ سے آگے کیسے نکل گئے؟ (یعنی ایک غلام ہوتے ہوئے عمل میں اپنے مالک سے آگے بڑھ جانا) میں جنت میں داخل ہوا تو تمہارے قدموں کی آواز مجھ سے آگے آگے تھی!“ بلالؓ نے جواب دیا ”ویسے اللہ کے رسول کچھ خاص تو نہیں لیکن میں ہر اذان کے بعد دو رکعت نماز ادا کرتا ہوں اور جب بھی میرا وضوء ٹوٹتا ہے میں دوبارہ وضوء کر لیتا ہوں“، ”یہی وہ وجہ ہے“ رسول اللہ (ﷺ) نے کہا۔ جب ہم اپنے وضوء سے فارغ ہوتے ہیں تو اس پر شہادت کی مہر لگاتے ہیں ”أَشْهَدُ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰه وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدُ رَّسُولُ اللّٰه“ جس پر جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں اور ہم جس دروازے سے چاہیں داخل ہو جائیں!

خلاصہ

ایک روایت ہے کہ جب نماز کا وقت قریب آتا تو حضرت علیؓ کانپنے لگتے اور ان کا چہرا پیلا پڑ جاتا، اور وہ کہتے ''وقت آ گیا ہے کہ اس ذمہ داری کو پورا کیا جائے جس کے بار کو اٹھانے سے آسمان، زمین اور پہاڑوں نے انکار کر دیا اور میں نے (انسان نے) اسے قبول کر لیا...'' (۳۳:۷۲ کے ضمن میں) یہاں وعدے سے مراد ''مرضی'' ہے، ذمہ داری اچھے اور برے کو قبول کرنے کی۔

مرنے کے بعد نماز وہ پہلے ذمہ داری ہوگی جس کے بارے میں ہم سے سوال کیا جائے گا۔ اگر اس کا معاملہ صحیح نکلا تو آگے تمام اعمال کا حساب آسانی سے ہو جائے گا، اور اگر اس میں خرابی ہوگئی تو آگے کے تمام اعمال کی خرابی یقینی ہوگی۔ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا ''جس کسی نے نماز چھوڑی اس نے کفر کیا!''

اور نماز کو صرف اس لئے ادا نہیں کرنا ہے کہ یہ ایک فرض ہے، یہ تو ایک بے نیتی سے کیا جانے والا عمل ہوگا۔ ذرا اس مثال پر غور کریں کہ لوگ کھانا اس لئے کھاتے ہیں کہ زندہ رہ سکیں، صحیح؟ لیکن آج کی تاریخ میں لوگ کھانے کے لئے جیتے ہیں! آج لوگ طرح طرح کے پکوان کھاتے ہیں جو آنکھوں کو بھلے محسوس ہوں، مختلف ذائقوں والے اور آخر میں ڈیزرٹ۔ تاکہ ہر لقمے میں مزہ آئے لذت محسوس ہو۔ نماز کے ساتھ بھی ایسا ہی ہونا چاہیے، کیونکہ آپ اس سے محبت کرتے ہیں اور اس میں آپ کو حد درجہ سکون ملتا ہے!

اس کی تیاری پہلے ہی سے شروع کر دیں۔ جیسا کہ آپ اصل کھانا شروع کرنے سے پہلے اشتہا آور چیزیں لیتے ہیں، اسی طرح اپنے نماز کی تیاری اذان کی آواز کے ساتھ شروع کر دیں۔ دوبارہ وضوء کریں اگر آپ پہلے سے باوضوء ہوں تب بھی تاکہ اس سے آپ کا باطن بھی روشن ہو جائے۔

خود سے پوچھیں کہ اب مجھے کیا کرنا ہے؟ میں کس سے ملاقات کرنے جا رہا ہوں؟ اور اپنے 'عورۃ' کو ڈھانپنے کے لئے کسی بھی پرانے سے کپڑے کا سہارا نہ لیں بلکہ خود کو اس قدر خوبصورت بنانے کی کوشش کریں کہ آپ بادشاہوں کے بادشاہ کے دربار میں حاضری دینے جا رہے ہیں۔ اپنے فون بند کر دیں، ایک بے نقش و نگار والی جائے نماز کا انتخاب کریں، قبلہ رخ کھڑے ہوں، اگر جماعت میں ہوں تو اپنی صف کو سیدھا کریں، اور کوشش کریں کہ پہلی قطار میں نماز ادا کریں تاکہ بہتر ذہنی مرکوزیت حاصل ہو۔

یہ ہے نماز... عبادت کرنے کا سب سے خوبصورت طریقہ! ایک عمل جو بے پناہ سکون کا ضامن، روحانی پیاس کا علاج ہے! آپ کا جسم تو زمین پر ہوگا لیکن روح اس بادشاہِ حقیقی کے عرش تلے گھوم رہی ہوگی! نماز اللہ تعالیٰ کا ہمارے لئے سب سے عظیم تحفہ ہے۔ اس میں وہ سکون اور خوشی ہے جسے ہم میں سے ہر کوئی تلاش کرتا پھرتا ہے۔ یہ زندگی آزمائشوں، تکلیفوں اور پریشانیوں کے بوجھ سے دبی پڑی ہے۔ ہمیں اس بوجھ سے چھٹکارا پانا ہے۔ ہمیں ان تمام سے

چھٹکارا پانا ہے اور کون ہے جو اس سے ہمیں آرام دے سکے؟ کوئی نہیں سوائے اللہ کے۔ اور یہ آرام ہمیں نماز میں حاصل ہوگا، "اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد لیا کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے" (سورۃ البقرۃ: ۱۵۳)

آپ کو یاد ہوگا کہ جب رسول اللہ (ﷺ) کسی معاملے کو لے کر پریشان تھے اور نماز کا وقت ہو چکا تھا تو آپ نے کیا فرمایا تھا "ہمیں اس (نماز) سے آرام پہنچاؤ، اے بلال!" یہ سکون اور اس طرح کا چین صرف وہ لوگ حاصل نہیں کر سکتے جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں بلکہ ہم بھی اسے حاصل کر سکتے ہیں اور ہر وہ شخص جو اس راز کو جانتا تھا جس طرح ہمارے اسلاف کرتے آئے ہیں۔ یہ آرام اور سکون صرف بہتر توجہ اور فوکس ہی سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے اس روحانی سطح تک اترنا ہوتا ہے۔

دل کا متوجہ ہونا ضروری ہے: اگر آپ کو اس کے مثبت اثرات حاصل کرنے ہیں تو آپ کا دل اس سے لگا ہوا ہونا چاہیے۔ آپ کو بس اتنا کرنا ہے کہ دس منٹ تک اس محبت پر توجہ دیں جو آپ اللہ سے کرتے ہیں۔ ابھی کے لئے دنیا کو بھول جائیے... اس کے لئے آپ کے پاس ۲۳ گھنٹوں سے زیادہ ہیں! یہ دس منٹ اللہ اور اس کی ملاقات سے حاصل ہونے والے آرام و سکون کے لئے خاص کر دیں۔

نماز میں ادا کیے جانے والے الفاظ اور حرکات پر غور کریں اور اسے سمجھیں، کیوں کہ جب آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کیا کر رہے ہیں اور کیا پڑھ رہے ہیں تو آپ کا ذہن متوجہ رہے گا۔ چونکہ اللہ نے اسے ہمارے لئے نازل کیا ہے تو ہم اسے حاصل بھی کر سکتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ نماز کے انہی حصوں کے لئے آپ کو ثواب ملے گا جس میں آپ ذہنی اور قلبی طور پر شامل رہیں گے؟ تو اگر ہم ایک دو گھنٹوں کی فلم یا امتحان میں پوری طرح متوجہ رہتے ہیں تو اب بھی رہ سکتے ہیں۔ اس کائنات کی ہر شئے ہر لمحہ اللہ کی عبادت میں مصروف ہے تو وہ دس منٹ تو رہ ہی سکتے ہیں۔ تو اللہ سے اس کے لئے مدد مانگو اور آپ اس درجے پر پہنچ جائیں گے کہ آپ کا دل چاہے گا یہ نماز ختم ہی نہ ہو۔

نماز کو امید کے ساتھ ادا کرو جو آپ کے دل میں موجود ہونی چاہیے۔ جتنا زیادہ آپ کو اللہ کے بارے میں معلوم ہوگا اتنا زیادہ آپ کا دل اس امید کو محسوس کرے گا... امید، اس کے رحمت کی، اس کے مغفرت کی، اس کی قبولیت کی، اس کے محبت اور اس سے قربت کی۔ یہ یاد رکھیں کہ یہ "امید" قطعی الگ ہے "خواہش" سے۔ امید کیساتھ عمل متصل ہوتی ہے کہ جسے حاصل کرنے کے لئے آپ عمل کرتے ہیں۔ تو اللہ سے اس کی رحمت کی امید رکھو اور اسے اللہ سے طلب کرو۔

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ"

"اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا جو میری عبادت سے ازراہ تکبر منھ موڑتے ہیں عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔" (سورۃ غافر: ٦٠)

''قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ''

''(اے پیغمبر میری طرف سے لوگوں کو) کہہ دو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہونا۔ اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔'' (سورۃ الزمر:۵۳)

اللہ کی ھیبت! کو محسوس کریں جس کے معنیٰ ہیں ڈر کا احساس، ایسا رعب جس میں احترام شامل ہو، اس انتہائی درجے کا ادب جس کا احساس اس کے حضور میں کھڑے ہوتے ہوئے محسوس ہو۔ ھیبت کی ایک چھوٹی شکل وہ احساس ہے جو ہمیں اپنے والدین یا کسی بڑے کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے محسوس ہوتی ہے۔ ہیبت خوف کا سب سے اونچا درجہ ہے۔ آیئے ان دعاؤں کو یاد کریں جو ہمیں اللہ کے رسول (ﷺ) نے بتلائی ہیں کہ ہیبت کو کس طرح حاصل کریں: ''کوئی نجات نہیں سوائے تیرے'' اور ''میں تیری پناہ مانگتا ہوں، تجھ سے''۔ ایسے فرشتے بھی ہیں جو اس وقت سے سجدے میں پڑے ہوئے ہیں جب سے انہیں پیدا کیا گیا ہے اور قیامت تک اسی حالت میں رہیں گے، یہ کہتے ہوئے ''تیری ذات عظیم ہے، ہم اس طرح عبادت نہیں کر پائے جیسا کہ تیری عبادت کا حق ہے...''

جب آپ کو اللہ کی صفات جیسے ''الجلیل''، ''الجبار''، ''المتکبر''، ''المنتقم''، کا مکمل علم اور اس کے مقابلے اپنی حیثیت کا احساس ہوگا تو خود بخود آپ میں اللہ کی ھیبت طاری ہو جائے گی۔ ہر چیز پر اس کی بالا دستی اور اس کا قبضہ ہے۔

ہم کون ہوتے ہیں اس کے احکامات توڑنے والے؟ ''تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کا اعتقاد نہیں رکھتے'' (سورۃ نوح:۱۳) اللہ رب العزت ہم سب سے مخاطب ہوتے ہوئے فرما رہا ہے ''لوگو تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے پروا (سزاوار) حمد وثنا والا ہے۔ اگر چاہے تو تم کو نابود کر دے اور نئی مخلوقات لا آباد کرے (سورۃ فاطر:۱۵ تا ۱۶)

معراج کی رات حضرت جبرئیلؑ پر اللہ کے سامنے جو ہیبت طاری تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے نبی کریم (ﷺ) ارشاد فرماتے ہیں کہ ''جبرئیل اپنے رب کے خوف سے اونٹ کے بوسیدہ کپڑے کی مانند نظر آرہے تھے''۔ لہٰذا نماز کے لئے جب کھڑے ہوں تو اپنے دل میں اللہ کے لئے محبت کی لو کو جلائے رکھیں یہ اس نعمت اور رحمت کے بدلے ہے جو اس نے ہم پر نازل فرمائی ہے۔

اپنے اندر شرمساری اور حیاء کے جذبے کو پیدا کریں۔ کیوں کہ وہ اللہ ہی ہے جو مستقل ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے ہوئے ہے اور صبر کے ساتھ ہمیں مہلت دیتا جا رہا ہے باوجود اس کے کہ ہم مسلسل اس کے احکامات کے خلاف ورزی کرتے چلے آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''بے شک ایمان والے کامیاب ہوگئے، جو نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں'' (سورۃ المؤمنون:۱ تا ۲)

درجِ بالاء نسخے سے آپ اس ''خشوع'' کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے جس سے آپ کے اندر نہایت درجے کی عاجزی اور انکساری پیدا ہو سکے، تاکہ آپ نماز سے اس مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں جو آپ کے اجر و ثواب کو دوبالا کر دے۔ کیا آپ نے اس بات پر غور کیا ہے کے کس طرح خیالات اور سوچ کا ایک سیلاب امڑ پڑتا ہے جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں حالانکہ اس سے پہلے ایسا نہیں ہوتا۔ یہی وہ خشوع ہے جسے نماز میں شیطان آپ سے چھیننے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اور ایک چور اس بات کی فکر نہیں کرتا کہ وہ ایک بادشاہ کے گھر چوری کر رہا ہے جبکہ وہ ہر طرح سے پہرے میں ہوتا ہے یا ایک غریب کے گھر جو بالکل خالی ہوتا ہے۔

جس گھر کی وہ چور تلاش کر رہا ہوتا ہے وہ کسی امیر کا ہونا چاہیے جس میں کم سے کم حفاظت کا سامان ہو، اور آپ کا معاملہ ویسا ہی ہے۔ آپ امیر شخص ہیں آپ کے پاس خشوع کی (دولت) ہے لیکن اس کی حفاظت نہیں کر پاتے ہاں جو خشوع میں اعلیٰ درجے کو پہنچ جاتے ہیں وہ اس محل کی طرح ہیں جس پر محافظ موجود ہیں۔ تو بس شیطان اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ آپ سے آپ کی نماز کے ثواب کو چھین سکے۔ لیکن اگر آپ نماز کی شروعات اس طرح کریں گے جیسا کہ اب تک ہم نے آپ کو سکھایا ہے تو ممکن ہے کہ آپ بھکنے سے بچ جائیں اور نماز سے آپ کو وہ کچھ حاصل ہو جائے جو اس کا مقصد ہے... چین اور سکون۔ اور دھیرے دھیرے آپ کی نماز کی کوالیٹی بڑھتی جائے گی۔

ذرا سوچیں وہ کون سا مہینہ ہے جس میں آپ سب سے زیادہ خشوع کو حاصل کر سکتے ہیں؟ کیا وہ رمضان نہیں ہے؟ اور رمضان میں خصوصاً کس وقت؟ وہ ہے تراویح یا قیام الیل کے وقت، صحیح؟ ان نمازوں کے کن حصوں میں؟ وہ ہے دعاء کے وقت جو آخر میں مانگی جاتی ہے... جب سارے لوگ ایک ساتھ ہاتھ اٹھا کر امام کے پیچھے ''آمین'' کہتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہوتے ہیں اور مسجد سسکیوں سے گونج رہی ہوتی ہے۔ آخر اس وقت میں ہمیں خشوع کا احساس سب سے زیادہ کیوں ہوتا ہے؟ نماز کے اس حصے میں کیا چیز ہے جو سب سے الگ ہے؟

کیوں کہ نماز کے اس حصے میں آپ اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ آپ یقینی طور پر کسی سے بات کر رہے ہیں۔ آپ کو احساس ہوتا ہے کے آپ براہ راست اللہ سے مخاطب ہیں! لہٰذا ان قیمتی لمحات میں جینے کے لئے پورے ایک سال کا انتظار نہ کریں بلکہ جب بھی آپ اس رب کے حضور کھڑے ہوں تو آپ کے اندر اس درجے کا یقین ہونا چاہیے کہ آپ براہ راست اللہ سے بات کر رہے ہیں، اس سے مخاطب ہیں اور اس سے سوال کر رہے ہیں! کئی لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ نماز بس ایک خود کلامی ہے بلکہ وہ اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ یہیں تو آپ اپنے رب سے براہ راست ہم کلام ہیں۔ چلیے ان باتوں کو بھول جایئے آئیں عمل کریں!